میگزین ایڈیشن

ابن صفی کے جاسوسی دنیا

ماہنامہ

ابن صفی کی جاسوسی دنیا

کراچی

جلد (۱) جنوری سنہ ۱۹۶۰ء شمارہ (۲)

مدیر:- ابن صفی بی۔اے

زرِ سالانہ:- پانچ روپے
(معہ رجسٹری خرچ ساڑھے نو روپے)

قیمت فی پرچہ
آٹھ آنے

(مقامِ اشاعت)
دفتر اسرار پبلیکیشنز ۱ فردوس کالونی۔
کراچی نمبر ۱۸

ترتیب

اداریہ :-

شاعر کو جواب (چھیڑ چھاڑ) سنکی سولجر

بن گیا رقیب آخر (کہانی) عفت موہانی

ٹوٹ جائے (غزل) جوہر دہلوی

پاک جمہوریت (کام کی باتیں) ابن انشاء

آپکے صفحات (خطوط کے جوابات) آپ اور ابن صفی

معزز کھوپڑی (طویل کہانی) ابن صفی

طابع و ناشر:- اسرار احمد (ابن صفی) مطبوعہ:- مطبع سعیدی قرآن محل کراچی

اداریہ

جاسوسی دنیا کے میگزین ایڈیشن کا دوسرا شمارہ حاضر ہے !۔ پہلا شمارہ ضمیمے کی شکل میں شائع ہوا تھا۔ اَب آپ اِس شمارے کے متعلق اپنی رائے لکھ بھیجئے! ویسے مجھے اس کا پورا پورا احساس ہے کہ ابھی اس میں بہتیری خامیاں ہیں جو آپ کے مشوروں کے سہارے ہی آہستہ آہستہ رفع ہوسکیں گی !۔

ایک صاحب نے عرصہ ہوا پوچھا تھا کہ میں نے اس ماہنامے کا نام "جاسوسی دنیا" ہی کیوں تجویز کیا ہے کوئی ڈھنگ کا نام رکھ کر "اَدب" کی بھی کچھ خدمت کی ہوتی ـــــ !

اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ بھائی مجھے "جاسوسی دنیا" میں بھی کوئی "بے اَدبی" نہیں نظر آئی تھی ـــ لیکن اگر آپ کی مُراد اُس "اَدب" سے ہے جسے صرف ساڑھے تین آدمی پڑھتے اور سمجھتے ہیں تو اُس کی خدمت سے مجھے معذور ہی سمجھئے !... کیونکہ میں بھی خود کو اتنا "بڑا اَدیب" نہیں سمجھتا کہ "بڑا اَدب" پیش کرنے کی ہمت کرسکوں ! مجھے صرف اُنھیں لوگوں کا اَدیب سمجھ کر بخش دیجئے جو میری ہی طرح "گھٹیا" واقع ہوئے ہیں... آخر اُن کے لئے بھی تو کچھ نہ کچھ ہونا ہی چاہئے دنیا کی انتہائی ترقی یافتہ قومیں بھی "اعلیٰ ترین اَدب" کو عوامی اَدب بنانے میں کامیاب نہیں ہوسکیں ..... گھٹیا آدمیوں کے لئے گھٹیا لکھنے والے آپ کو دنیا کی ہر زبان میں ملیں گے ـــ پھر اُردو اِس سے کیوں محروم رہے ... خاکسار حاضر ہے اِس خدمت کے لئے ..... !

مگر دُشواری تو یہ ہے کہ اِدھر کچھ دنوں سے ایک نئی آواز بھی میرے کانوں میں پڑ رہی ہے وہ یہ کہ میری وجہ سے "بڑھیا" آدمی بھی "گھٹیا" ہوئے جا رہے ہیں ـــ ! تو بھئی سمیٹ کر رکھئے اپنے "بڑھیا" آدمیوں کو ـــ منع تو نہیں کرتا !۔

والسلام

ابن صفی

سنکی سولجر

شاعر کو جواب

(اسٹیفن لیکاک اور سنکی سولجر کا "ملا جلا پروگرام")

محترم شاعر

اکثر اخبارات و رسائل کے ذریعہ آپکی بعض دشواریوں سے آگاہ ہوتا رہتا ہوں۔ کبھی کبھی آپ ایسے سوالات کرتے ہیں جن سے مترشح ہوتا ہے کہ خود آپ کے پاس بھی ان کا کوئی جواب نہیں ہے ۔۔ اکثر آپ کی "التجائیں" بھی نظر سے گذری ہیں۔ مجھے آپ سے ہمدردی ہے ۔ کوشش کر رہا ہوں کہ آپکی دشواریوں کا حل تلاش کر سکوں۔

ملاحظہ فرمائیے ۔۔ ایک بار آپ نے اپنی حالت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا تھا !۔

میری آنکھوں سے آنسو رواں ہیں
میرے بچپن کے ساتھی کہاں ہیں

حضور ۔۔ ! جو ساتھی جیل میں نہ ہوں گے وہ یقینی طور پر آپ کے گاؤں میں موجود ہونگے.... اُن سے مل بیٹھنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ پہلے اُن کے نام خط لکھئے۔ خط لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پوسٹ آفس سے تین پیسے والا ایک پوسٹ کارڈ خریدئے اور اُسے لکھ کر لیٹر بکس میں ڈال دیجئے..... ان کا اور اپنا پتہ لکھنا نہ بھولئے گا.... پوسٹ کارڈ کا نام یاد رہے گا نا آپکو ۔۔ ! ہاں اچھی طرح یاد رکھئے گا.... ورنہ خطرہ ہے کہ آپ پوسٹ آفس سے راشن کارڈ طلب کر بیٹھیں !۔ بیخبری ٹھہرے دنیا و مافیہا سے !۔ لے بس اب رونا دھونا چھوڑ دیجئے ... ورنہ ۔ ع

اگر یونہی اے میر روتا رہے گا
تو کاہے کو ہمسایہ سوتا رہے گا

پھر آپ فرماتے ہیں ۔

نے جواہر نہ کمخواب و اطلس
کچھ نہیں چاہئے مجھ کو اے دل

بھائی صاحب ۔ یہ آپ کیا فرما رہے ہیں !۔ ارے کل ہی تو یہ ساری چیزیں میں نے آپ کے لئے خریدی تھیں ... آپ نے تو گویا میرا دل ہی توڑ دیا !... اچھی بات ہے اب میں آپکی خدمت میں کنکر پتھر اور کپاس کے چند گٹھڑ پیش کروں گا ۔۔

بس آپ خوش رہیں کسی طرح ۔ کیونکہ آپ کو لبسورتے دیکھ کر میرا کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے ۔۔ !

انھیں دشواریوں کے سلسلے میں آپ پھر ایک سوال کر بیٹھے ہیں

اور وہ گلرخ نہ جانے کہاں ہو

کیا پتہ یاد کرتی ہو — مجھ کو

اُف فوہ! آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے اس طرح انجان بن رہے ہیں! ارے بھیا کل ہی تو اُن سے میری ملاقات ہوئی تھی..... وہ آجکل سول ہسپتال میں مڈوالف ہیں... آپکا تذکرہ آیا تو ناک بھوں چڑھا کر ذہن پر زور دینے لگیں پھر بولیں اگر کبھی انھوں نے مجھے کوئی کیس دلوایا ہوگا تو بھر شناسا ہی سمجھئے۔ ویسے یاد نہیں پڑتا کہ میں انھیں جانتی ہوں!۔

اب آپکی ایک التجا بھی یاد آرہی ہے۔

اے ہواؤ — اُدھر سے گذرنا

تو یہ پیغام میرا بھی کہنا!!

مجھے یقین ہے کہ ہواؤں نے آپکا کوئی پیغام اُن تک نہ پہنچایا ہوگا!۔ کیونکہ پروسیجر ہی غلط تھا — بھائی صاحب یہ بیسویں صدی ہے.... تھوڑی سوجھ بوجھ سے کام لینا چاہئے ہوسکتا ہے کہ اب سے دو سو سال پہلے کی ہوائیں ازراہ سعادتمندی صرف معمولی سی استدعا پر ہی پیغام رسانی کے فرائض انجام دے ڈالتی ہوں... آجکل کی ہوائیں تو سب سے پہلے یہ پوچھتی ہیں ع

کن ہواؤں میں رہتے ہو پیارے

مطلب یہ کہ آئندہ اگر ہواؤں کے ذریعہ پیغام بھجوانا ہو تو سیدھے ریڈیو اسٹیشن چلے جایئے گا... لیکن بچوں کا پروگرام صرف سنڈے کے سنڈے ہوتا ہے — خیر سنڈے کا ہوش تو رہتا ہی ہوگا آپکو — کیونکہ شاعری کے ساتھ ہی ساتھ کلرکی سے بھی ضرور شغل فرماتے ہوں گے — مجھے یقین ہے!۔

ارے لیجئے وہ پیغام بھی یاد آگیا جو آپنے ہواؤں کے سپرد کیا تھا

اُن سے کہنا وہ راتیں کہاں ہیں

جب تمنا حسین تھی جواں تھی!

بھئی یہ تو خود میں نے ہی اُن سے پوچھ لیا تھا! کہنے لگیں اپن کو تو بس وہی رات بڑی پیاری لگتی ہے جب کوئی تگڑا سا کیس مل جائے... اُسی وقت تمنا بھی حسین اور جوان نظر آتی ہے۔ مڈوالف بننے سے پہلے کا ہوش نہیں کہ کس وقت تمنائیں حسین اور جوان معلوم ہوا کرتی تھیں — !

اب آپکا آخری سوال پیش نظر ہے۔

جنم ہی کیوں لیا تھا بتاؤ!!

سانس کیوں لے رہا ہوں ابھی تک

واقعی یہ بڑی واہیات بات ہے کہ آپ ابھی تک سانس لے رہے ہیں۔ بتایئے میں آپ کیلئے کیا کر سکتا ہوں — جنم لیکر بھی آپنے سخت غلطی کی تھی — اسے انکار کر دیا ہوتا پیدا ہونے سے! کوئی کیا بگاڑ لیتا

خیر اب اگر آپ سانس نہیں لینا چاہتے تو آکاش وانی والوں سے رجوع کیجئے اُن کے یہاں "منجو شا" کے "کریاکرم" میں اکثر ایک ریکارڈ سنایا جاتا ہے۔ جسکی پوزیشن یہ ہے کہ محترمہ ہیر اپنے رانجھا کیلئے دودھ کا گلاس لیکر جاتی ہیں اور رگانا شروع کر دیتی ہیں!۔

دودھ پی لے ظالما

اُو میں کدوں دی کھڑی

دودھ پی لے بالما —!

اس ریکارڈ کی فرمائش کیجئے آکاش وانی والوں سے۔

اگر سنتے ہی دم نہ نکل جائے تو میرا ذمہ —!

دیگر احوال یہ ہے کہ باقی سب خیریت ہے۔ کبھی کبھی آپ بھی اپنی خیریت کا خط لکھتے رہا کریں — فقط آپکا خادم

سنکی سولجر

عفت موہانی

بن گیا رقیب آخر......!

"زیرہ سی آنکھیں ۔۔ یہ بڑی توند ۔ کہو بھلا ۔ کوئی ڈھنگ کی شکل ہے جو کوئی لفٹ دے۔۔۔ توبہ"

"تم زمین کے ستون آسمان سے ملاتی ہو۔ کہاں آنکھیں اور کہاں توند۔۔۔ دونوں میں دور کا بھی واسطہ نہیں ۔ مگر رشتہ ملا دیا" ناہید پروفیسر صاحب پہ بری طرح مفتون تھیں ......

"اب تو تمھیں اُن کی دھنیا سی آنکھیں چشم غزال سے زیادہ حسین اور ریٹ ڈملپ کے توند سے زیادہ سہانا معلوم ہوگا۔۔ تمھاری کاپی سے لیکر نوٹس جو لکھوائے تھے۔۔ ڈوب مرو" حد سے زیادہ بھنا کر شکیلہ نے کہا۔ اور منہ پھیر کر اس طرح بیٹھ گئیں جیسے اب عمر بھر اُس شکل پہ تبصرہ نہیں کریں گی۔

"سدا کی جل ککڑی ہو تم ۔ کسی کی خوشیاں تمھیں کبھی راس آئی ہیں جو اب منہ کی آب و ہوا بدلے گی۔۔۔ یہی وقت ہوتا ہے ایک کے دل کا حال دوسرا جانے ۔۔۔ معلوم ہو گئی تمھاری اوقات ......!"

"اوقات تو ہوگی تمھاری ۔۔۔ جا رج پنجم سے ناطہ طا ہے نا۔۔۔ تم اُس گندے گیگڑے کے گلے میں جا کر باہیں ڈال دو۔ میری بلا سے ۔۔۔ اچھا برا سمجھانا اپنا کام تھا۔۔۔ جو نہ مانو تو جہنم میں جاؤ ۔۔ ہمیں کیا" انھوں نے صاف صاف کہدیا۔

"ہیں ۔ تم تو خفا ہو گئیں ۔۔ اللہ قسم ۔ میں سمجھ رہی تھی کہ مذاق کر رہی ہو۔۔۔ تو تمھیں وہ بالکل پسند نہیں؟" بھولی بھالی ناہید نے جھینپ کر شکیلہ کے ہاتھ تھام لئے۔

"مجھے کیوں پسند ہوتا۔۔۔ مینڈک ۔۔ چھی! اُس دن پاس سے نکل گئی تھی ۔۔۔ خدا جانے کب سے غسل خانے کی صورت نہیں دیکھی اُبکاتے اُبکاتے میرا بُرا حال ہو گیا"

"نہیں ۔۔۔" ناہید تڑپ کر صفائی دینے لگی "ایسی بھکا بھک خوشبو آتی ہے ۔۔ بس کلاس میں قدم رکھا ۔۔۔ اور ساری کلاس مہک اُٹھی !"

"ناک تو تمھاری بھی چیاں جیسی ہے ۔۔۔ اچھے بُرے کی بھی تمیز نہیں ۔۔ خدا جانے کیا چیز سونگھی تھی"

"دیکھو ۔۔ دیکھو ۔۔۔!" ناہید بے چین ہو اُٹھی "ادھر کا سائیڈ پوز کتنا ہنگامہ خیز ہے"

حقارت کے مارے شکیلہ کا پونہ بگڑ گیا ۔۔ اس بُری طرح ناہید کے چٹکی لی کہ وہ ہائے کر کے اُچھل پڑی ۔ ساری کلاس اُچھل گئی۔

"کیا بات ہے مس شکیلہ!" پروفیسر صاحب اِدھر مڑے ۔۔ نیلے نصیب!

"ج-جی... وہ آپکا سائیڈ... پپ... پوز" شکیلہ بوکھلا گئی

"براہ کرم خاموشی سے سُنیئے!" سنجیدہ شکل پروفیسر صاحب نے شکل اور بھی سنجیدہ بنالی... بالکل اَمرِ نادر ہو کر رہ گئے شکیلہ نے بدقت ہنسی ضبط کی...

کلاس کے بعد ساری لڑکیاں چیونٹیوں کی طرح ناہید کے اچھپیں:-

"ہیں - یہ ٹھاٹھ ہیں ناہید بیگم... بے چارہ نیا نیا کالج میں آیا ہے۔ اتنی جلدی للا سہ پھنکی لگا کر گرالیا غریب کو"

"کہیں اور بھو لگا کرتے تھے" شکیلہ منمنائی "پھر ایسے پلسڑ آگئے کہ باوا جان سے کہکر ادھر تبادلہ کرادیا۔ پھنس گیا غریب تو... زندگی بھر پانی پی پی کر دعائیں دیتا رہے گا کسے ملتی ہے۔ ناہید کی سی چاہنے والی...؟"

"زبان میں کمبخت کے موچ ہی نہیں... کہے دیتے ہیں۔ ابکی جو ستایا تو اچھا نہیں ہوگا... ہاں" ناہید گڑبڑانے لگی۔

کہتے ہیں کہ بلائے بے درماں محبت چھپائے نہیں چھپتی بے چاری نے بہت چاہا کہ چھپالے جائے... مگر کمینی محبت تھی کہ چوری کا مال... چھپ ہی نہ سکی۔ ناہید کالج سے غائب رہنے لگیں:-

اس کے دل کا حال شکیلہ کو کیا معلوم... بس اسی چکر میں رہا کرتی کیسے اس کی محبت کو فی النار کر کے دم لے۔ دن رات دل دکھایا کرتی۔

"خدا جانے کپڑے پہ پڑے چھپے لوٹے میں کیا دیکھا۔ ایک سے ایک اچھے تھے۔" کم بخت شری کسی تشبیہیں کہاں سے کھود کھود کر نکالا کرتی تھیں... چپٹا لوٹا — خدا غارت کرے بے چاری گھٹ گھٹ کے رہ جاتی... یہی تو سہیلی تھی ایک کالج بھر میں۔ جس سے اپنے راز کہے جا سکتے تھے... ورنہ اگر ابھی ڈیڈی سے کہدیا جاتے تو چٹکی بجاتے کوئی مہمل سا الزام رکھکر کالج سے نکال باہر کریں۔ ناہید کو ڈیڈی پر بے حد بھروسہ تھا۔ وہ وائس چانسلر تھے۔ بھلا اُن کی بیٹی سے کوئی بیہودگی کر کے کالج میں کیونکر ٹک سکتا؟-

اُس شیطان کی زبان میں نحوست بھری ہوئی تھی... کہہ کہکر کمبخت نے موم جیسے دل کو پتھر بنا دیا... وہ یہ سوچ سوچ کر بوکھلایا کرتی... اب پروفیسر صاحب کا تصور کر کے آرزوؤں کے ننھے منے گھروندے میں دیپ کیوں نہیں جھلملاتے!؟! وہ تو اب بھی اُس کا مضحکہ اڑایا کرتی۔

"خدا کا شکر ادا کر ناہید بہن... ٹوٹی قبر سے جان چھوٹی کہاں کی محبت... چھی چھی... پڑھنے آتی ہے یا محبت کا سبق لینے... توبہ کرو"

ناہید نے شائد توبہ کر ہی لی ہوتی... مگر اُس سہ پہر کو سالانہ فنکشن کے موقعہ پر اُسے اپنے قریب جگہ دے کر پھر سے اس کے دل میں جگہ حاصل کر لی... اگر وہ اپنے پاس والی سیٹ نہ آفر کرتے تو وہ پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر ناچتی رہتی... رات بھر اُس نے اُن کے بارے میں بہت کچھ سوچ ڈالا بہت کچھ... اور پھر دوسری ہی سہ پہر کو "اقرارِ محبت" کا اہم فرض ادا کرنے چل دی — بلا سے۔ شکیلہ اظہارِ محبت کو فضول حرکت سمجھتی ہو... مگر پھر آخر... کب تک منہ پہ تالا لگائے رکھے... آج کل دل سے دل کو راہ بھی تو نہیں ہوتی کچھ ایسی ویسی بات ہو جائے تو دل چیر کر دکھانا پڑتا ہے۔

وہ "کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھئے کیا کہتے ہیں" کی تصویر

بھی اُن کی کوٹھی پہ پہونچی ـــ قدم رکھ کہیں رہی تھی پڑتے کہیں اور تھے ـــ افتاں وخیزاں اُوپر تک راستہ طے کیا... کمرہ بند تھا... شاید اُس نے بوکھلاہٹ کے عالم میں دھکا دے ہی دیا ہوتا کہ دفعتاً پروفیسر صاحب کے طویل قہقہے اور شکیلہ کی نازک سی کھُن کھُن سن کر دم بخود رہ گئی ـــ

"ایکٹنگ تو تم نے لاجواب کی ہے... شکیلہ ڈیئر۔ داد نہیں دی جا سکتی۔" مردانہ آواز ـــ

"بڑی ریا کاری ہوتی... آپ کے لئے" شکیلہ کی قہقہہ بردوش آواز سنائی دی "کچھ نہ پوچھئے... اُسے آپ کی طرف سے بددل کرنے کے لئے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے ہیں۔"

"ہاں بھئی! اسکی اُجرت ملنی چاہئے تمہیں!"

شکیلہ نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا تھا... مگر ڈھیر بھر اُجرت کے بوجھ نے "اظہارِ تشکر" سے باز رکھا۔

ناہید کا وہاں ٹھہرنا دوبھر ہو گیا... بصد مشکل گھر پہونچی۔ وہ رونا چاہتی تھی۔ مگر اس کی آنکھوں سے ایک آنسو نہ نکلا۔ آنسو قلب میں پہونچ کر انگارے بن گئے...... وہ مجسم آگ بن گئی تھی ـــ انتقام .... انتقام ..... وہ اپنی اس آواز کا گلا نہ گھونٹ سکی ـــ!

دوسرے دن پروفیسر صاحب کو کالج کی لڑکیوں سے فحش مذاق کرنے کے الزام میں کالج سے علیحدگی کا نوٹس دیدیا گیا

"اُجرت؟؟!" ناہید زیرِ لب بڑبڑائی... اور پھر پروفیسر صاحب کا ہونق چہرہ دیکھ کر اپنا قہقہہ کسی طرح نہ روک سکی ـــ!!

محترمہ ایم۔ بی شاہین کا بالکل نیا شاہکار

یہ خلش کہاں سے ہوتی

ایک عجیب ناول .:. ایک انوکھی کہانی

بہت جلد شائع ہو رہا ہے

ناول اپنی ٹھوس زندگی، اپنے دور، اُس کے رسم و رواج اور مسائل کا ترجمان ہوتا ہے۔ اس میں جذبات اور سچائیوں کو سمونا پڑتا ہے۔ انسانی زندگی کے معاشرتی خاکوں کو خیال کی گرفت میں لاکر نیا رنگ اور نیا آہنگ بخشنا ہوتا ہے۔

ناول "یہ خلش کہاں سے ہوتی" میں ان سب چیزوں کا خیال رکھتے ہوئے زندگی کی حقیقتوں اور رازوں کی نقاب کشائی بھی کی گئی ہے۔ اس ناول کا مرکزی کردار "سیما" آپکو شاید کچھ اجنبی محسوس ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے غیر معمولی کردار ہی کسی حقیقت کو کہانی کے روپ میں ڈھالنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ناول "یہ خلش کہاں سے ہوتی" کی کہانی کو آپ ہر لحاظ سے عجیب اور انوکھی پائیں گے۔

چار رنگا ڈبل سائیڈ گرد پوش

قیمت صرف -/۱۲/۳

ناشر:۔ امین سنٹرز

اے۔ ایم۔ نمبر ۱ فریر روڈ کراچی ۱

ٹوٹ جائے

جوہرؔ دہلوی

کیوں نہ رنج و غم سے دل مضطرب بنے اور ٹوٹ جائے
اُن کے دل میں آہ میرا گھر بنے اور ٹوٹ جائے

اللہ اللہ یہ مرے رنگیں تصوّر کے فریب
اِن قفس کی تیلیوں میں در بنے اور ٹوٹ جائے

چھیڑ آے مضرابِ غم کچھ اس طرح سازِ حیات
میرا ہر تارِ نفس مضطرب بنے اور ٹوٹ جائے

جس نظر پر کی تصدّق کائناتِ زندگی !!
وہ نظر اب دل میں اِک نشتر بنے اور ٹوٹ جائے

کاش جوہرؔ ختم ہو یوں زندگی کی کائنات !
جیسے دریا میں حباب اکثر بنے اور ٹوٹ جائے

ابنِ انشا

پاک جمہوریت

یونان کی کہانیوں میں ایک پہلوان کا نام آتا ہے جس کی طاقت کا بھید بس اتنا تھا کہ وہ دھرتی کو نہیں چھوڑتا تھا جب تک اس کے پاؤں دھرتی کو چھوتے رہیں دنیا کی کوئی طاقت اس کو ہرا نہیں سکتی تھی۔ دشمن نے اسکو مارا، دھرتی سے پاؤں اکھاڑ کر — دھرتی سے جدا کر کے۔ یہی حال میں اپنا سمجھتا ہوں، عام لوگوں کا بھی! لکھنے والوں کا بھی۔ شعر و شاعری میں میں خود چاند تک پہونچا ہوں بلکہ آجکل جو راکٹ اس کا چکر لگا رہے ہیں، اکثر اُن سے بھی آگے نکل گیا ہوں لیکن عام زندگی میں میں نے زمین کو نہیں چھوڑا۔ اس کی مٹی کی سوندھی باس مجھے نفیس سے نفیس عطر سے زیادہ عزیز رہی ہے اس کی ایک وجہ شائد یہ ہو کہ میں گاؤں میں بڑھا پلا۔ ایک کسان کا بیٹا ہوں۔ خود کھیت میں کام کرتا رہا ہوں۔ قسمت اچھی تھی، پڑھ لکھ گیا بلکہ سولہ جماعتیں شاندار طریقہ پہ پاس کر گیا لیکن اب بھی افلاطون کے فلسفے کی نسبت زیادہ دلچسپی مجھے اس سے ہے کہ میرے گاؤں کے لوگ کس حال میں ہیں۔ وہاں جو سڑک بن رہی تھی کہاں تک پہونچی ہے۔ بنجر اور ریتلی زمین قابل کاشت بنی کہ نہیں۔ گاؤں کے بعد اپنے علاقے اور اپنے ملک کے متعلق یہی بات سوچتا ہوں۔ تب کہیں باہر کا، ایران توران کا ذکر آتا ہے۔ چاند اور مریخ تو بہت دور رہے۔

پھر میرا سوچنے اور بات کرنے کا انداز بھی سیدھا سادا ہے۔ اگر کوئی شخص اگر لمبی چوڑی پیچ دار بات کہے یا خوبصورت لفظوں کے طوطا مینا بنائے تو میں فوراً ٹوک دیتا ہوں۔ "بھائی میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا، تو کہنا کیا چاہتا ہے؟ صاف صاف کہہ۔" لوگ تھوڑی دیر کو مجھے سادہ لوح سمجھ لیتے ہیں لیکن اس میں میرا کیا جاتا ہے۔ دھوکے اور جل فریب کا امکان تو نہیں رہتا نا۔

یہ سب کچھ لکھنا اس لئے ضروری معلوم ہوا تاکہ آپ جان لیں اس مضمون کا لکھنے والا کس قسم کا آدمی ہے۔ میں زیادہ غیر جانبدار ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کرتا مجھے محنت کر کے کھانے والوں اور ملک کی خوشحالی اور ترقی میں عملی حصہ لینے والوں سے زیادہ محبت ہے، بہ نسبت نکمے احدیوں، ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جانے والوں

اور عیش کرنے والوں کے۔ کسی چیز کا بُرا بھلا پرکھنے کے معاملہ میں بھی میری یہی کسوٹی ہے۔ آپ نے انقلاب کا نام لیا تو میں یہی پوچھوں گا: کیا مطلب؟ یہ بات نہیں کہ مجھے اس لفظ کے معنی نہیں آتے۔ بہت آتے ہیں۔ لیکن میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ نظام بدلا ہے یا محض حکومت۔ اگر محض حکومت بدلتا ہے تو مجھے کوئی دلچسپی نہیں یوں بھی تو دس سال میں دس حکومتیں آئیں۔ ہاں نظام بدلا ہے تو ایک بات ہے۔ پھر یہ بتاؤ اس سے فائدہ کس کو ہوا۔ اگر امیر لوگ اور امیر اور غریب لوگ اور زیادہ غریب ہوتے ہیں تو اس انقلاب کو سلام۔ ادیب لوگ ویسے بھی تنا شاہ ہوتے ہیں، ناک پہ مکھی نہیں بیٹھنے دیتے۔ کسی چیز کو اچھا یا بہت اچھا کہہ دینے سے ان کی شان میلی ہونے کا ڈر رہتا ہے۔ لہٰذا مجھے بھی انقلاب نے رفتہ رفتہ منوایا۔ انقلاب کے اعلان کے دن آدھی خوشی ہوئی۔ چلو وہ لوگ ختم ہوئے جنھوں نے ملک کو تماشہ بنا رکھا تھا اور تباہی کی طرف لئے جا رہے تھے۔ باقی آدھی کے لئے کچھ دن انتظار کرنا پڑا۔

چور بازاری ختم ہوئی

مالِ ناجائز و درآمد برآمد کرنے والے پکڑے گئے۔

ٹیکس چوری، رشوت ستانی، بدعنوانی ختم!

خوب۔ بہت خوب۔ بڑی اچھی باتیں تھیں لیکن انقلاب کا منصب اور مقصد ان سے کچھ اونچا تھا اصل خوشی اسی وقت ہوئی جب زرعی اصلاحات کا اعلان ہوا جاگیرداریاں ختم ہوگئیں۔ بڑی زمینداریاں چھوٹی رہ گئیں۔ بے زمین لوگوں کو، موروثی کاشتکاروں کو زمین کے مالک بننے کی خوش خبری ملی۔ یہ تھا انقلاب کا میٹھا پھل۔ خرابی کی جڑ پر کلہاڑا لگانا چاہیے پتے چھانٹ دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ کسی پھوڑے کا سارے جسم میں زہر پھیل رہا ہو تو نشتر لگانا ہی پڑتا ہے۔ آپریشن کرنا ہی پڑتا ہے۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ بغیر پھانسی گولی کے یہ سب کچھ ہو گیا۔ اب تو جو بوئے گا وہ کاٹے گا۔ جس کے ہل بیل اُسی کی فصل۔ دیکھئے میں پھر جانبداری برت گیا۔ میرے سامنے میرا گاؤں رہا لیکن میرے گاؤں میں سارے پاکستان کی پچاسی فیصدی آبادی پھیلی ہوئی ہے۔ ان پچاسی میں شائد ایک فیصدی ہوں گے جو بہت اُونچے ہیں۔ شاندار حویلیوں اور سیکرٹریٹ مربعوں والے۔ میں ان کی نمائندگی نہیں کرتا نہ سہی، باقی چوراسی کی تو کرتا ہوں۔

اب جو بنیادی جمہوریتوں کا اعلان ہوا اور ایک صاحب اس کی خبر لیکر آئے تو میں نے حسب معمول سادگی سے پوچھا: جمہوریت؟ کیسی جمہوریت؟ وہ حیران رہ گئے کہ یہ شخص بظاہر پڑھا لکھا معلوم ہوتا ہے اور ایسے سوال کر رہا ہے۔ میں نے کہا "بھائی" میں لفظی معنی نہیں پوچھ رہا۔ یہ جاننا چاہتا ہوں اس کا عملی روپ کیا ہوگا۔ لوگوں کی نمائندگی کیسے ہوگی ان کی آواز کہاں تک سُنی جائے گی۔ کہیں یہ وہ طرّے باز خاں والی جمہوریت تو واپس نہیں آ رہی جو ابھی

پچھلے سال ختم ہوئی ہے۔" کہنے لگے! "طرّے باز خاں کون؟"
میں نے بتایا کہ وہ ہمارے علاقے سے اسمبلی کے ممبر تھے نام تو کچھ اور تھا لیکن ان کا طرّہ گز بھر اونچا ہوتا تھا سالے مُہروں کے طرّے اس کے سامنے ہیچ تھے لہٰذا اُن کا یہ نام پڑ گیا تھا بلکہ ہمارے علاقے کے بعض لوگ اس امر پر فخر بھی کیا کرتے تھے۔ کہنے لگے "آپ کو ان کے طرّے سے کیا شکایت تھی بھائی۔" میں نے کہا "طرّے سے نہیں تھی کیونکہ وہ تو میں بھی خوب سا کلف لگا کر بلند کیا کرتا تھا اور کسی شادی میں جاؤں تو اب بھی اسی سج دھج سے جاتا ہوں، مجھے تو ان کی ذات کے بعض پہلوؤں پر اور جس طریقے سے وہ ممبر منتخب ہوئے اس پر اعتراض تھا۔" کہنے لگے: "وہ کیا؟" میں نے کہا "معلوم ہوتا ہے پوری کتھا سنانی پڑے گی۔ طرّے باز خاں صاحب ہمارے نمائندے کہے اور سمجھے جاتے تھے لیکن ہمارا گاؤں بلکہ اردگرد کے گاؤں بھی ہمیشہ اُن کی شکل دیکھنے کو ترستے رہے۔ آخر آخر میں جو وہ نائب وزیر بنے ہیں تب ان کی تصویر اخبار میں ضرور دیکھی۔ الیکشن کا حال یہ تھا کہ ایک میلہ سا لگ رہا تھا۔ موٹریں گاؤں گاؤں دوڑی پھر رہی تھیں۔ کیمپ سے تھوڑی دور دیگیں چولھوں پہ چڑھی ہوئی تھیں اور پلاؤ کی خوشبو ہواؤں میں پھیلی ہوئی تھی۔ پلاؤ تو مخالف امیدوار زبان دراز خاں نے بھی پکوایا تھا لیکن اس میں بوٹیاں کم تھیں۔"

میرے دوست بات کاٹ کر بولے۔ "یہ کیا نام ہوا زبان دراز خاں۔" میں نے کہا "ایسے معاملوں میں اصل نام نہیں پوچھا کرتے۔ یہ ایک صاحب تھے بڑے ہی چرب زبان۔ جلسے میں تقریر کرتے تو معلوم ہوتا ان سے بڑا ہمدرد لوگوں کا کوئی نہیں ہوگا بچارے عوام کے غم میں گھلتے گھلتے موٹے ہو گئے ہیں۔ لوگوں کی لیڈری کے پردے میں دنیا بھر کو لوٹا۔ اپنے بیٹے کو ٹرک کی لینوں کا ٹھیکہ دلا دیا تھا۔ کچھ مربعے بھی اپنے حق میں زیادہ لے رکھے تھے۔ روز نئی پارٹی بدلتے تھے۔ طرّہ باز خاں کے ساتھ برابر کی چوٹ تھی، بس قسمت سے رہ گئے۔ لیکن میں الیکشن کا حال کہہ رہا تھا۔ ادھر طرّہ باز خاں صاحب کے ایجنٹوں نے شہر سے ایک مولوی بلا کر جلسہ کر رکھا تھا، اُدھر زبان دراز خاں صاحب خود تھے اور مزید دلچسپی کے لئے ضلع کے نامی گرامی بھانڈ بھنڈیلے منگا کر لوگوں کی تفریح طبع کا سامان کر رکھا تھا۔ دیہات کے لوگ بیچارے سادہ طبیعت کے ہوتے ہیں۔ دونوں امیدواروں کے چلتے پرزے لوگ پھرکی کی طرح یہاں وہاں گھوم رہے تھے۔ کسی سے رشتہ نکالا، کسی کو برادری کا واسطہ دیا، ایسے بھی ووٹر تھے جنھوں نے صرف یہ دیکھا کہ گھی کس کے پلاؤ میں زیادہ تھا، ایسے بھی تھے جو نوٹ دیکھ کر ووٹ دینے پر راضی ہوئے ۔۔۔ خیر لاؤڈ اسپیکروں سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

"طرّہ باز خاں کا نام یاد رکھنا۔ ان کے بکس پر طرّے کا نشان ہے۔"

"آپ کا قیمتی ووٹ زبان دراز خاں صاحب کو ملنا چاہئے۔ ان کے بکس پر گراموفون کا نشان دیکھ لیجئے۔"

خیر یہ چہل پہل، یہ موج میلا ختم ہوا۔ طرہ بازخاں ممبر بن گئے۔ اس سال یہ بڑی نہر ابھی نکل رہی تھی۔ ہمارے گاؤں والے چاہتے تھے کہ اس کی ایک شاخ ہمارے ہاں بھی آئے اور جو زمینیں اس وقت بنجر پڑی ہیں، کام کی ہو جائیں۔ گاؤں کے پرائمری اسکول کو مڈل بنوانے کی ضرورت بھی محسوس ہو رہی تھی لہٰذا گاؤں والے وفد بنا کر خان صاحب کی تلاش میں نکلے۔ ہمارے چاچا جی بھی اس وفد میں تھے۔ بیس میل دور خان صاحب کے گاؤں پہونچے تو معلوم ہوا وہ تو زیادہ تر شہر میں رہتے ہیں۔ فقط سال میں دو تین بار شکار کھیلنے آتے ہیں، خیر یہ وفد اگلے دن ریل کے ٹکٹ کٹا شہر پہونچا۔ کوٹھی پر بڑا سا پیتل کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ یہ لوگ دروازے پر ہی تھے کہ دو خاص الخاص پلے ہوئے کتوں نے استقبال کیا۔ بلکہ ایک تو خلوص کے مارے وفد کی ٹانگوں سے بھی لپٹ گیا۔ پہچان گیا ہوگا میرے آقا کے علاقے کے لوگ ہیں۔ ایک مالی نے رحم کھا کر چھڑایا۔ بہت دیر انتظار کیا۔ آخر خان صاحب کی لمبی چمکیلی موٹر آئی لیکن زن سے پھاٹک میں داخل ہو گئی۔ یہ لوگ کھڑے درخواست کا کاغذ ہلاتے رہ گئے۔ اندر پیغام بھجوایا تو جواب ملا۔ "فرصت نہیں۔ یہ بھی کوئی ملنے کا وقت ہے۔"

ان صاحب نے پوچھا۔ "کیا کوئی اور اچھا امیدوار نہ تھا ان دونوں کے سوا؟"

میں نے کہا۔ "تھا کیوں نہیں، اپنے چودھری نیک محمد کو گاؤں کے لوگوں نے امیدوار کھڑا کیا تھا تم جانتے ہو کتنے اچھے آدمی ہیں۔ علاقے کی خوشی اور غم میں شریک رہتے ہیں۔ ان کو جاننے والے ہزار دو ہزار آدمیوں نے انھیں ووٹ بھی دئے۔ یعنی دو تین گاؤں جن کو ان کی خوبیوں کا علم تھا، ان کے پیچھے تھے ـــ لیکن اتنا بڑا حلقہ تھا اور دوسرے دونوں امیدواروں نے لالچ اور دھونس دونوں ہتھکنڈے استعمال کئے۔ یہ بچارے رہ گئے۔ بلکہ ضمانت ضبط ہوتے بچی۔"

وہ صاحب بولے۔ "تو خوشخبری سن لو، اب کے چودھری نیک محمد کامیاب ہوں گے ـــ ان کے دشمن ان کے آگے نہیں ٹھہر سکیں گے۔" بنیادی جمہوریتوں کا نظام ہی کچھ ایسا ہے۔ یونین کونسل سے بات شروع ہوتی ہے۔ ایک ہزار سے لیکر پندرہ سو تک کا حلقہ ایک آدمی چنے گا ـــ کونسل میں دس آدمی ہوں گے۔ یوں سمجھو دس پندرہ ہزار کی آبادی یعنی چند گاؤں میں ایک کونسل۔ قصبوں اور شہروں میں بھی یہی حساب رہے گا۔ دس پندرہ ہزار آبادی کے قصبے میں ایک، بڑے شہروں میں زیادہ کونسلیں رہیں گی۔ اس سے اوپر تحصیل، ضلع، کمشنری وغیرہ کی کونسلیں ہوں گی۔ جن میں نیچے سے درجہ بدرجہ اوپر تک آدمی جائیں گے اور متعلقہ افسران کے مشوروں سے فائدہ اٹھائیں گے۔

یہ بنیادی جمہوریت ہے۔ یہ مکان اوپر تک جائے گا لہٰذا اس کی بنیادیں مضبوط ہونی چاہئیں فارسی میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی معمار دیوار کی پہلی اینٹ

ہی ٹیڑھی رکھ دے تو وہ دیوار آسمان تک ٹیڑھی ہی جائے گی (بشرطیکہ وہ آسمان تک پہونچ سکے) بنیاد مکان کے بننے سے پہلے ہی مضبوط ہو سکتی ہے بعد میں نہیں جیسا دو تین سال ہوئے کراچی کے ایک ٹھیکیدار نے کیا تھا۔ اس ٹھیکہ دار نے مہاجرین کے لئے کوارٹر بنائے۔ بن گئے تو معلوم ہوا کفائت کے خیال سے اس نے نیو کھودی ہی نہیں بلکہ زمین سے اینٹوں کی چنائی شروع کر دی تھی ـــــ شکایت ہوئی تو اس نے کہا۔ "معاف فرمائیے گا بھول ہو گئی۔ اب ٹھیک کئے دیتا ہوں۔" اس نے دیواروں کے نیچے سے زمین کھودی اور اس میں عمارتی مسالہ بھر دیا۔ لیجئے صاحب، بنیاد بن گئی ـــ جاننے والے جانتے ہیں کہ اس مرحلہ پر دیوار میں مضبوطی تو کیا آسکتی ہے، ان کا رہا سہا زور بھی بکھر گیا ہو گا۔ خیر پرانے دور میں اسی طرح کی لیپا پوتی رہی لیکن اب یہ بات نہیں۔ نئی یونین کونسلیں اپنا کام تو ضرور کریں گی ہی۔ سڑکوں، راستوں کا بنانا، گاؤں، محلے کی صحت، صفائی، روشنی کا انتظام، جرائم کی روک تھام۔ چھوٹے موٹے جھگڑوں کا فیصلہ جس کا اختیار قانون نے کونسلوں کو دیا ہو، وغیرہ۔ اس کے علاوہ یہ اعلیٰ سطح پر نمائندگی کے لئے تربیتی مرکزوں کا کام بھی دیں گی۔ ایک ڈیڑھ ہزار کے حلقے میں لوگ سوچ سمجھ کر اچھا آدمی چنیں گے، اور وہ کام کرے گا۔ کیوں نہ کرے گا۔ اس کا اپنا بھلا اسی میں ہے۔ اس کا اپنا بھلا اسی میں ہے، اس کا اپنا گھر اسی کونسل کے علاقہ میں ہے۔ یونین کونسل کا صدر اوپر تحصیل کی کونسل کا خود بخود ممبر بن جائے گا لہٰذا وہاں آواز پہونچے گی۔ وہاں سے ضلع کی کونسل کے لئے راہ کھلی ہے۔ علاقہ کی ترقی پر جو بھی خرچ ہو گا اس کی منظوری میں اس کا دخل رہے گا اور وہ کہہ سکے گا کہ نہر میرے علاقے میں بھی آنی چاہئے۔ میرے گاؤں کا پرائمری اسکول، مڈل اسکول بننا چاہئے۔ طرہ بازخاں کا دور ختم ہوتا ہے، چودھری نیک محمد کا دور شروع ہوتا ہے۔ پیاسا کنوئیں کے پاس نہیں جائیگا کنواں پیاسے کے پاس آگیا ہے۔ یہی جمہوریت کی اصل روح ہوتی ہے۔ اپنی مدد آپ، اپنے فیصلے آپ، اپنی حکومت آپ۔

اب صرف ایک سوال باقی رہ گیا ہے۔ صحیح آدمی چننے کا ـــ اچھے آدمی چننے کا ـــ ہزار ڈیڑھ ہزار میں سبھی کو معلوم رہتا ہے، کون آدمی کیسا ہے۔ یہ دیکھ لیا جائے اس شخص نے محلے کے لئے کیا کیا ہے گاؤں کے لئے کیا کیا ہے۔ یہ بے ایمان تو نہیں۔ آزمائے کو آزمانے کی ضرورت نہیں۔ خالی میٹھی باتوں پر جانے کی ضرورت بھی نہیں۔ پلاؤ کی خوشبو اور نوٹ کے فریب میں آنے کی ضرورت بھی نہیں۔ ورنہ کل پچھتانا پڑے گا۔ امیدوار سے پوچھئے "بھائی ووٹ تو حاضر ہے لیکن پہلے یہ بتا گاؤں کے لئے کیا کرے گا؟" مجھے تو اس نظام سے گاؤں کا نقشہ بدلتا نظر آتا ہے۔ تھوڑا نہیں، بلکہ بہت کچھ۔ آمین۔

(بشکریہ ادارۂ تعمیر نو)

آپ کے صفحات

میگزین ایڈیشن کے اِن صفحات کے لئے میرے سامنے خطوط کا ایک انبارِ عظیم موجود ہے اور میں سوچ رہا ہوں کہ یا خدا اگر میں خود ہی قلم بن جاؤں تب بھی اس بارے سُبکدوش ہو سکوں گا یا نہیں ...... ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے .... لہٰذا خطوط کے انتخاب پر اکتفاء کرنے ہی میں بہتری نظر آتی ہے ...... ایسے خطوط منتخب کئے جا رہے ہیں جن کے جواب سب کی دلچسپی کا باعث بن سکیں ۔ ان صفحات کے لئے خطوط لکھتے وقت آپ بھی اس کا خیال ضرور رکھئے ! ـــ

ابنِ صفی

محمد حسن صاحب ڈھاکہ سے تحریر فرماتے ہیں

"دھواں اُٹھ رہا تھا" پڑھا اور پُرانی کہانیوں کی یاد گویا پھر تازہ ہو گئی ـــ "قاتل سنگریزے" اور "دوہرا قتل" جیسی کہانیاں ذہن میں چکرانے لگیں ۔ مجھے یہ کتاب پڑھ کر بہت مسرت ہوئی ـــ

ج ـــ ہوئی ہو گی آپ کو مسرت حسن صاحب مجھے کیا ـــ کیونکہ یہی کہانی پڑھ کر لاہور سے عبدالحمید صاحب اور اُن کے ساتھیوں نے لکھ بھیجا تھا۔ سب سے پہلی شکائت آپ سے مجھ کو یہ ہے کہ آپ کی کتاب میں اب وہ جان نہیں رہی جو کہ پہلے تھی بلکہ وہ تو اب پستی کی طرف بڑھتی جا رہی ہے ...... اور مجھے خطرہ ہے کہ کہیں ایک دن اس کا انجام بُرا نہ ہو ـــ !"

اب فرمائیے حسن صاحب بڑی نادی پسند والی بات .... کسی کو شربت پسند ہے اور کوئی جنجر کی طرح تیز مشروب پسند کرتا ہے .... اس لئے مجھے آپ کی مسرت سے صرف اتنا ہی سروکار ہے کہ آپ کو دوسروں کی ناپسندیدگی سے آگاہ کر دوں ...... آدمی کے بس میں تو نہیں ہے کہ وہ سب کو یکساں طور پر خوش رکھ سکے !۔

رضی احمد صاحب بہاولپور سے تحریر فرماتے ہیں

"آپ کی دو مختلف تصویریں دو مختلف کتابوں میں دیکھیں لیکن آپ کسی میں بھی ٹائی میں نہیں نظر آئے ـــ پہلے کچھ اور سمجھا ـــ لیکن پھر سوچا نہیں آپ اتنے بد سلیقہ تو نہیں ہو سکتے کہ پاجامے پر کوٹ ڈاٹے پھریں ـــ پھر کیا بات ہے ـــ"

ج ـــ بات بتاؤں رضی صاحب ! ۔ اچھا کان اِدھر لائیے ـــ اُسے پکڑوں گا نہیں ـــ چپکے سے کہنے

کی بات ہے ۔۔۔ ہاں ٹھیک — یار بات یہ ہے کہ ٹائی باندھنا آتا ہی نہیں — عمران ہی کی ٹائی کی طرح چھوٹی بڑی ہو جاتی ہے — اور مجھے ابھی تک کوئی اتنا معقول "سلیمان" بھی نہیں مل سکا کہ وہی سنبھال لیا کرے ۔۔ دیکھئے کسی سے بتائیے گا نہیں — ہاں!۔

خالد حمید صاحب جھنگ سے تحریر فرماتے ہیں

ظلمات کے دیوتا" میں تھریسیا بوفا کے متعلق بتاتی ہے کہ وہ شروع ہی سے ہمارے ساتھ تھا کیونکہ ہمیں بھی زرِ مبادلہ کمانا پڑتا ہے — لیکن "چاندنی کا دھواں" میں نالونتہ کرنل وارڈ سے کہتی ہے کہ زیرولینڈ میں سونے کی کیا حقیقت ہے ۔۔ کیونکہ اس سے تو چاقو اور چھریاں بھی نہیں بن سکتیں!۔ وہاں ارتی ڈیم ۔ یورینیم اور ریڈیم کی ضرورت ہے — لہٰذا یہ دو متضاد چیزیں کیوں! ایک طرف تو آپ زیرولینڈ کے لئے سونے کو بے وقعت قرار دے رہے ہیں اور دوسری طرف زیرولینڈ والوں کو زرِ مبادلہ بھی کمانا پڑتا ہے —!

ج — خالد حمید صاحب! مجھے خوشی ہے کہ آپ اتنا گہرا مطالعہ کرتے ہیں اور یاد بھی رکھتے ہیں ۔ لہٰذا نالونتہ اور کرنل وارڈ کی گفتگو والی پچویشن بھی یاد کیجئے ۔۔۔ نالونتہ نہیں چاہتی تھی کہ اب کرنل وارڈ غار سے باہر جائے وہ اسے وہیں سے براہِ راست زیرولینڈ لے جانا چاہتی تھی ۔۔۔ اسی لئے اس کے ہر حیلے کو کسی نہ کسی طرح رد کرنے کی کوشش کر رہی ہے — یہ بات بھی کچھ اسی قسم کی تھی —— مزاح کے سلسلے میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس سے میں متفق ہوں —

عبد اللطیف صاحب جہلم سے تحریر فرماتے ہیں

کہ وہ فریدی حمید اور عمران کے نقالوں سے نالاں ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے کچھ مشورے بھی دئیے ہیں ۔۔۔

ج — بھئی نقالوں کے متعلق میں پہلے بھی اکثر عرض کرتا رہا ہوں کہ یہ لکھنا سیکھ رہے ہیں ۔ ان پر خفا ہونے کی ضرورت نہیں ۔۔۔ ان میں سے کئی ایسے ہونگے جو نقالی ہی کرتے کرتے اپنے لئے نئی راہیں نکالیں گے میں ان کے اچھے مستقبل کا منتظر ہوں ۔۔ لیکن وہ لوگ جو میرے کرداروں کے نام بھی استعمال کر رہے ہیں اور خود میرے نام پر ہاتھ صاف کر کے پڑھنے والوں کو الو بنانے کی کوشش بھی کرتے ہیں وہ نہ گھر کے ہوں گے اور نہ گھاٹ کے ۔۔۔ ویسے مجھے ان سے بھی ہمدردی ہے — ان میں ایک ایسا بھی ہے جس نے ابھی حال ہی میں میرے متعلق بعض غلط فہمیاں پھیلا کر مجھے بدنام کرنے کی کوشش کی تھی ۔ اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی ۔۔۔ مطمئن رہیئے —

ایس ۔ ایم ۔ جاوید صاحب ایبٹ آباد

میرا "اصلی نام" جاننا چاہتے ہیں ۔

ج — خاکسار کو اسرار احمد کہتے ہیں جاوید صاحب بچپن میں نام کے ساتھ "بقلم خود" بھی لکھا کرتا تھا ۔ لیکن ہوش سنبھالنے پر جب احساس ہوا کہ یہ "بقلم خود" بھی "صدیقی" "قریشی" یا "انصاری" قسم کی کوئی چیز نہیں ہے تو اس سے پیچھا چھڑانے ہی میں عافیت نظر آئی تھی —

سعید احمد صاحب کراچی سے رقمطراز ہیں

"آپ اپنی کتابوں میں عشق و محبت کا مضحکہ کیوں اُڑاتے ہیں .... کھسیانی بلی کھمبا تو نہیں نوچتی — !"

ج — بڑا بیڈھب سوال ہے — نہیں بھائی ایسی کوئی بات نہیں .... میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ "دیو آنند" اور "دلیپ کمار" بننے کی بجائے آدمی بنیں .... تفریحات کو اُن کی حدود تک رکھیں اِس خواہش سے باز رہیں کہ آپ کی پوری زندگی صرف دو گھنٹے کی ایک فلم بن کر رہ جائے .... محبت تو بڑی شاندار چیز ہے سعید صاحب .... لیکن شرط یہ ہے کہ آدمی پڑوس کی کھڑکی پر جان دینے کی بجائے اس جذبے کی تہذیب کرے ! —

رقیہ تسنیم صاحبہ حیدرآباد سے لکھتی ہیں

"کتنا اچھا ہو اگر آپ میگزین ایڈیشن میں ایک انعامی معمہ بھی شروع کر دیں — مجھے یقین ہے کہ آپ پوری پوری ایمانداری سے انعام تقسیم کرینگے — !"

ج — یہ آپ نے معمے کی بات کہاں سے نکال لی محترمہ — اُلجھن میں ڈال دیا مجھے .... بھلا وہ نالائق کیا انعام تقسیم کرے گا جسے زیادہ تر وصول کرنے کی فکر رہتی ہو ! — خیر اچھی بات ہے کوشش کروں گا کہ آئندہ ماہ آپ معمہ بھی حل کر سکیں ! —

فخر الزماں صاحب سکھر سے تحریر فرماتے ہیں

"جناب ابن صفی صاحب بڑی خوشی ہوئی کہ آپ رسالہ نکال رہے ہیں اور اس میں سوال و جواب بھی ہوگا براہ کرم میرے سوالوں کے جواب دیجیے ! —

(۱) نیلو اچھا ناچتی ہے یا زرینہ خوشی۔

(۲) سنا ہے کہ صبیحہ اور سنتوش میں نہیں نبھ رہی۔

(۳) ہمالیہ والا اب کس فلم میں آ رہا ہے۔

ج — جن لوگوں کے متعلق آپ نے سوالات کئے ہیں اُن سے میری قطعی جان پہچان نہیں ہے ! — آپ کسی فلمی میگزین سے رجوع فرمائیے .... اور ہاں آئندہ کے لئے گرہ باندھ لیجئے کہ اس میگزین میں سوال و جواب کی قطعی گنجائش نہیں .... ایسی باتیں جو سب کی دلچسپی کا باعث بن سکیں پڑھنے والوں کے خطوط سے منتخب کی جاتی ہیں ! —

سعید اختر صاحب لاہور سے تحریر فرماتے ہیں

"کئی ادارے آپ کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ آپ انگریزی سے پلاٹ چراتے ہیں۔ آپکا کیا جواب ہے — !

ج — بہت پرانی بات ہے سعید صاحب ! — اور میرا جواب بھی پرانا ہو چکا ہے — یعنی جن سات یا آٹھ کتابوں کا حوالہ میں خود دے چکا ہوں اُن کے علاوہ کوئی صاحب ثابت کرنے کی کوشش کریں اور "فیس داخلہ" کے بغیر ہی اوّل انعام لے جائیں — ! اب تک ایک سو پچیس ۱۲۵ کتابیں پیش کر چکا ہوں ! —

دو دن کی یہ محفل ساقی رندوں سے ہنس بول کے کاٹ

ہم بھی راہ لگیں گے اپنی تیرا ہمارا ناتا .... کیا

شکرال کی کہانی

معزز کھوپڑی

شکرال کی پہلی کہانی میں نے عمران سیریز کے خصوصی ناول "درندوں کی بستی" میں پیش کی تھی! یہ اپریل ۵۹ء کی بات ہے ـــ اس کے بعد محترمہ سلیمیٰ کمال نے مجھ سے شکرال کی کہانیاں لکھنے کی اجازت طلب کی تھی اور انھوں نے غالباً تین یا چار کہانیاں لکھی بھی تھیں.... لیکن پھر اُن کی بعض دوسری اہم ترین مصروفیات کی بنا پر یہ سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا تھا ـــ لہٰذا اب میں نے سوچا.... کیوں نہ شکرال کی کہانیاں خود ہی لکھوں ـــ!

اِس سلسلے کی پہلی کہانی حاضر ہے...... بعد کی کہانیاں اِس سے کہیں زیادہ دلچسپ ہوں گی ـــ یہ ذرا جلدی میں لکھی گئی ہے!

ابنِ صفی

(۱)

دریائے نمیلی جہاں سے مغرب کی طرف مڑتی ہے ممالک کی چڑھائی شروع ہو جاتی ہے! ہرے بھرے پہاڑوں کی یہ سرزمین پورے شکرال میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے! ہر اعتبار سے ـــــ بھیڑوں کی کثرت ہے..... اور پہاڑوں سے میٹھے پانی کے چشمے پھوٹتے ہیں! جنگلوں میں لاہ اور آبنوس کے درخت بکثرت ملتے ہیں..... ان پر کسی کا اجارہ نہیں ہے! جنگلوں کی یہ دولت بقدرِ محنت ہر ایک کے حصے میں آتی ہے! اور اِسکے عیوض یہاں کے باشندے پڑوسی متمدن ممالک سے اپنی ضروریات کا سامان حاصل کرتے ہیں! ـ

یہاں کے باشندے وجیہہ اور طاقتور ہوتے ہیں! ـ اجتماعی نظام لاٹھی اور بھینس کے فارمولے پر چلتا ہے: جس کا لوہا سب مانیں سکہ اُسی کا چلے گا! ـ اکثر دو طاقتوروں کی زور آزمائی پورے علاقے کو جہنم بنا کر رکھ دیتی ہے اور پھر اُن میں سے ایک باقی رہ جاتا ہے! سب کی گردنیں اُس کے آگے جھک جاتی ہیں! پھر اُس وقت تک اُس کی حکمرانی رہتی ہے جب تک کہ کوئی دوسرا اُس سے نہ ٹکرا جائے! اگر اُسے نیچا دیکھنا پڑا تو کھیل ختم! ورنہ پھر اُسی کا اقتدار ـــــ!

عام آدمی اِن معاملات سے دور ہی رہتے تھے لیکن کچھ لوگ تو کسی نہ کسی کے طرفدار ہوتے ہی تھے! ـ ورنہ دو فریقوں میں اقتدار کے لئے جنگیں کیسے ہوتیں! فریقین کے ساتھی مرے بھی کرتے تھے اور بڑی بیدردی سے مار بھی ڈالے جاتے تھے ـ شکست خوردہ فریق کے ساتھیوں کو پاتال میں بھی پناہ نہ ملتی وہ چُن چُن کر مار ڈالے جاتے! اُن کے بچوں تک سے انتقام لیا جاتا! اکثر بیوہ مائیں بچوں کو لے کر اِدھر اُدھر چھپ جاتیں اور گمنامی میں اُن کی پرورش کرتیں! اگر پچیس سال بعد بھی اُن کا راز افشاء ہو جاتا تو برسرِ اقتدار دُشمن اُنھیں زندہ نہ چھوڑتا! ـ اُنھیں اس پر یقین کامل تھا کہ اگر سانپ کے ساتھ ہی سنپولے بھی نہ فنا کر دئے جائیں تو ایک نہ ایک دن وہ پھن ضرور اُٹھاتے ہیں! ـ

اِیرج بھی ایسا ہی ایک نوجوان تھا جس کی ماں نے اُسے بڑی مشکل سے ایک بڑے دُشمن کی نظروں سے آجتک چھپائے رکھا تھا! ـ یہ دُشمن تھا ضحاک فیلگردن! ـ آج سے پندرہ سال پہلے اِیرج کے باپ نے ضحاک کے ایک مخالف کی

حمایت کی تھی اور دونوں کی آویزش کے درمیان مارا گیا تھا! ایرج کی ماں کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ اپنے اکلوتے بچے کو لیکر سرخان سے کملاک بھاگ آئی اُس وقت ایرج صرف پانچ سال کا تھا!۔

کملاک میں اُس کی ماں کو بڑی مصیبتیں جھیلنی پڑی تھیں! پھر تقریباً پانچ سال کی محنت شاقہ کے بعد وہ ایک مختصر سا فارم قائم کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی! ایرج بھی بڑھتا رہا اور فارم میں بھی ترقی ہوتی رہی!۔۔۔ اور اب تو اُن کے پاس چار سو بھیڑیں تھیں اور ایرج لاہ اور آبنوس کے ذخیرے پڑوسی ملکوں تک لے جانے اور اُن کے عوض چلنے اسلحہ اور شکر لانے کے قابل ہو گیا تھا! بوڑھی عورت اپنے جوان اور محنتی بیٹے کو دیکھتی اور نہال ہو جاتی!۔۔۔ لیکن اچانک اُس کی زندگی کے اُفق پر دوبارہ وہی منحوس ستارہ نمودار ہوا جس نے پندرہ سال پہلے اُس کی مانگ اُجاڑی تھی!۔

ضحاک فیلگردن کسی سے پٹ کر سرخان سے بھاگا اور اُس نے بھی کملاک ہی میں پناہ لی!۔ گو بوڑھی سمجھتی تھی کہ وہ اُسے یا اُس کے بیٹے کو پہچان نہ سکے گا مگر پھر بھی اُس کی راتوں کی نیندیں اُڑ گئیں!۔

اُن دنوں کملاک میں خان غربال کا سکہ چلتا تھا! لیکن خان غربال کا اقتدار ہر دلعزیزی کی بنا پر تھا! وہ بُرا آدمی نہیں تھا! طاقتور ضرور تھا: لیکن اپنی انرجی لوگوں کو للکارنے میں نہیں صرف کرتا تھا! اُس سے زیادہ طاقتور لوگ بھی کملاک میں موجود تھے! لیکن وہ خان غربال ہی کو بہتر سمجھتے تھے! کملاکیوں میں یوں بھی تھوڑی بہت انسانیت تھی! کیونکہ یہ شکرال کا سب سے زیادہ زرخیز حصہ تھا! تن آسانیوں نے انھیں زندگی کے دوسرے مسائل کیطرف بھی رجوع کیا تھا وہ ہر وقت پیٹ کی فکر میں رہنے والوں کی طرح جھلّے نہیں تھے ویسے تھوڑی بہت وحشت اُن میں بھی تھی جسے نسلی اثرات ہی کا نتیجہ کہا جا سکتا تھا! لیکن وہ شکرال کی دوسری بستیوں کے باشندوں کی طرح نیم حیوان نہیں تھے!۔

اُدھر شکرال کی دوسری بستی والوں کا خیال تھا کہ خدا کملاک کی "بزدل گری" آب و ہوا سے محفوظ ہی رکھے! دوسری بستیوں کے باپ اپنے نکھٹو بچوں پر بگڑتے تو یہ ضرور کہتے۔ "ابے کیا تم کملاک کی مٹی سے بنے ہو!"۔

ضحاک فیلگردن جو کافی عرصے سے سرخان پر حکومت کرتا رہا تھا اپنے ایک حریف سے شکست کھانے کے بعد غالباً اسی لئے کملاک کی طرف آیا تھا کہ یہاں اُسے اپنا رنگ جمانے میں دیر نہیں لگے گی!۔

یہ بھی شدنی ہی تھی کہ جس وقت وہ اپنے شکست خوردہ ساتھیوں کے ساتھ کملاک کی سرحد میں داخل ہوا وہاں خان غربال اپنے چند دوستوں کے ساتھ شکار کھیل رہا تھا!۔

اُسے ضحاک کے ایک ساتھی نے پہچان لیا اور ضحاک کو بتایا کہ وہ کون ہے۔۔۔ ضحاک نے سوچا کہ اس سے بہتر اور کوئی موقعہ نصیب ہی نہیں ہو سکتا! اُس نے اپنے دو دو آدمیوں کو جھاڑیوں میں دور دور تک پھیلا دیا اور ہدایت کر دی کہ یکے بعد دیگرے وہ اس طرح دوڑ دوڑ کر حملہ آور ہوں جیسے کسی غیر منظم فوج کی ٹکڑیاں اندھا دھند حملے کر رہی ہوں!۔ یہ ضحاک کا بہت پرانا گُر تھا اور وہ اِس طریقِ جنگ کا ماہر سمجھا جاتا تھا! اُس کے مٹھی بھر آدمی اِس خاص تدبیر

سے دشمن کی صفوں میں ایسی ابتری پھیلاتے کہ پھر انھیں سنبھلنے کا موقعہ ہی نہ ملتا! ——

خان غربال کے ساتھ صرف چار آدمی تھے! ضحاک نے خان سمیت تین آدمیوں کو وہیں ڈھیر کر دیا اور بقیہ دو کو بچ کر نکل جانے دیا! اُس نے خود ہی اُن کے پیچھے گھوڑا ڈالا تھا! لیکن اُس کے گھوڑے کی رفتار اتنی تیز نہیں تھی کہ وہ اُن تک پہونچ سکتا! ——

بس وہ گھوڑے کی پُشت پر بیٹھا فائر کرتا اور نعرے لگاتا چلا جا رہا تھا!۔

"میں ہوں اژدر آتش خور کا بیٹا۔۔ ضحاک فیلگردن ۔۔۔ جس کی ضرب کی تاب شکرال کا سب سے بڑا پہاڑ بھی نہیں لا سکتا!"۔

حقیقتاً وہ ہوائی فائر کر رہا تھا ورنہ وہ بچکر نہیں جا سکتے تھے! اُنھیں کچھ دور دوڑا کر وہ پھر اپنے آدمیوں میں واپس چلا گیا تھا! ——

اِدھر وہ دونوں بھاگنے والے بستی میں پہونچے اور چاروں طرف گھوڑے دوڑا دوڑا کر چیخنا شروع کر دیا۔

"ضحاک فیلگردن نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ حملہ کر کے خان کو قتل کر دیا! اور اب سرخانی درندے بستی کی طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں!"۔۔۔۔۔

دوسری طرف ضحاک کی تدبیر ہی یہی تھی کہ بستی میں سراسیمگی پھیل جائے! اِسی لئے اُس نے کسی بڑی فوج کے حملے کا سوانگ رچایا تھا! اور خان کے ساتھیوں میں سے دو کو بچ کر نکل جانے دیا تھا!۔

اس کے بعد وہ خان اور اُس کے دونوں ساتھیوں کے سر اُونچے اُونچے بانسوں پر چڑھائے ہوئے بستی میں داخل ہوا ۔۔ یہاں اُلّو بول رہے تھے! کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ گھر سے باہر نکل سکتا!۔ سبھی اپنے مکانوں کے صحنوں سے اُونچے اُونچے بانسوں پر اپنے سرداروں کے سر دیکھ رہے تھے اور باہر ضحاک کے مٹھی بھر آدمی اس طرح چیختے پھر رہے تھے جیسے سچ مچ کوئی بہت بڑی فوج بستی میں گھس آئی ہو! ——

بوڑھیا ایرج کے پیروں سے چمٹی ہوئی تھی! وہ جانتی تھی کہ اگر اُس نے ذرا سی بھی ڈھیل دی تو ایرج اپنی رائفل سنبھالکر باہر نکل جائے گا!۔

"اُو۔ ماں ۔۔۔ میں تیرے ہاتھ جوڑتا ہوں ۔۔۔ مجھے چھوڑ دے ——— کیا تو بہری ہو گئی ہے کیا تو سنتی نہیں کہ وہ خونخوار کتوں کی طرح بھونکتے پھر رہے ہیں! —— کیا تو اندھی ہو گئی ہے —— کیا تو نے خان کا سر بانس پر نہیں دیکھا! ماں مجھے جانے دے ۔۔۔ خان میرا اُستاد تھا! ۔۔۔۔۔ میں اس ضحاک کا ناپاک گوشت کملاک کے خارش زدہ کتوں کو کھلاؤں گا —— ماں ۔۔۔ جانے دے ۔۔۔۔ ماں ۔۔۔۔ !"

"نہیں ۔۔ میرے لال ۔۔ تو کملاکی ہے ۔۔۔ نہیں میرے بچے! میں تجھے درندہ نہیں بننے دوں گی! تو کملاکی ہے تجھ پر

فرشتوں کا سایہ ہے! نہیں تو خون نہیں بہائے گا میرے لال ---!"

"ہٹ جاؤ --- ماں --- میری رگوں میں چنگاریاں بہہ رہی ہیں!" وہ ماں کو دھکیل کر بند دروازے کی طرف بڑھا!۔

اور پھر اُس کی ماں نے اُسے ایک طنز آمیز بد دعا دی! وہ جسے کوئی کملاکی نہیں برداشت کر سکتا تھا!۔

اُس نے کہا تھا! "اگر تو باہر جائے تو میرا خون اپنی جورو کی جوتیوں میں ڈالکر پیئے!۔"

"ماں ---!" وہ حلق پھاڑ کر چیخا! اور گھٹنوں کے بل زمین پر گر گیا!۔

"چوڑیاں ڈالدے میرے ہاتھوں میں ۔" وہ چیختا رہا! "ریشمی رومال باندھ دے میرے سر پر! تو نے میرے پیروں میں بیڑیاں ڈالدیں!... او ظالم ماں!...."

(۲)

ایک ماہ بعد ایرج بستی کے ایک بڑے کزک میں بیٹھا تیمال پی رہا تھا! یہ ہلکی قسم کی شراب ہوتی تھی جو ایک مقامی غلّے بھورے دانے سے بنائی جاتی تھی! ------

اتنے میں ضحاک کا ایک آدمی اکڑتا ہوا کزک میں داخل ہوا اور میر کزک کی اونچی چوکی کے قریب کھڑا ہو کر بھنچی ہوئی سی آنکھوں سے ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لینے لگا! یہ اُنھیں لوگوں میں سے تھا جو ضحاک کے ساتھ سرخسان سے آئے تھے اور کملاکیوں کو اپنا خانہ زاد سمجھتے تھے! کملاکی اُسے دیکھ کر سہم گئے تھے اور میر کزک کھڑا ہو گیا تھا!۔

"خوش آمدید خان!" وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر کہہ رہا تھا! "خوش نصیب کہ آج تمہارے قدم میرے کزک میں آئے..... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے معزز مہمان کی کس طرح خاطر کروں ۔"

"بکواس مت کرو!" وہ ہاتھ ہلا کر بُرا سا منہ بنائے ہوئے بولا۔ "کان نہ کھاؤ! اِن میں ایرج کون ہے؟"

"ایرج --- ایرج --- وہ ہے!" میر کزک نے ایرج کی طرف اشارہ کیا!۔

ایرج پہلے ہی سے ضحاک کے آدمی کو گھور رہا تھا! ضحاک کے آدمی نے بالکل اُسی طرح اُنگلی کے اشارے سے اُسے اپنی طرف بلایا جیسے کسی حقیر آدمی کو بلاتے ہیں!۔

"کیا ہے ---!" ایرج میز پر دونوں ہاتھ ٹیک کر غرّایا!۔

اُس کا یہ لہجہ شاید ضحاک کے آدمی کے لئے نیا تھا! اُس نے گرج کر کہا! "اِدھر آ ---!"

ایرج اپنی جگہ سے ہلے بغیر اونچی آواز میں بولا۔ "کیا تجھے کسی گدھی نے جنم دیا تھا جو تو آدمیوں کی طرح گفتگو نہیں کر سکتا! ۔"

"ایرج ۔ ایرج!" اُس کے کئی ہمدرد خوفزدہ سی آواز میں چلائے!۔

ضحاک کے آدمی نے اپنا خنجر کھینچ لیا تھا اور اُسے مُٹھی میں جکڑے آہستہ آہستہ ایرج کی طرف بڑھ رہا تھا! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُس کی پلکیں کبھی جھپکتی ہی نہ ہوں!۔

"رحم ---- رحم ---- خان ----! وہ بچہ ہے! نا سمجھ ہے!" میر کزک گڑگڑایا! مگر ضحاک کے خونخوار آدمی نے جیسے سُنا ہی نہ ہو! وہ اُسی طرح آہستہ آہستہ ایرج کی طرف بڑھتا رہا!۔

ایرج بھی پلکیں جھپکائے بغیر اُس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا!۔ دفعتاً ضحاک کے آدمی نے اُس پر چھلانگ لگائی لیکن لوگوں نے اُس کا خنجر میز میں پیوست ہوتے دیکھا!۔

ایرج بجلی کی سی سرعت سے اُٹھ گیا تھا! اُس نے ایک کرسی اُٹھا کر ضحاک کے آدمی کی کمر پر رسید کر دی! یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ اُسے سنبھلنے کا موقع ہی نہ مل سکا! لیکن پھر بھی وہ بڑی پھرتی سے سیدھا ہو گیا! یہ اور بات ہے کہ ایرج نے اُسے دوبارہ خنجر نہ سنبھالنے دیا ہو!۔ اُس کے جبڑے پر پڑنے والا گھونسہ اُسے دور لے گیا! ۔

اِس بار وہ صدر دروازے کے قریب گرا تھا! پھر لڑھکتا ہوا صدر دروازے سے بھی گذر گیا ۔ اِس کے بعد کزک کے گاہکوں نے اُسے ایک طرف بھاگتے دیکھا! ۔ شائد یہ شرمندگی ہی تھی جس نے اُسے دوبارہ ایرج پر حملہ کرنے سے روکا تھا!۔

میر کزک ایرج کی طرف جھپٹتا ہوا بولا۔ "یہ تم نے کیا کیا ۔ بہت بُرا کیا ایرج۔"

گاہک ایک ایک کر کے کھسکنے لگے! وہ دروازے تک آہستہ آہستہ جاتے تھے اور دروازے کے باہر قدم رکھتے ہی بے تحاشہ مختلف سمتوں میں بھاگتے ہوئے نظر آتے!۔

دیکھتے ہی دیکھتے کزک خالی ہو گیا! ۔

"چلو ۔ نکلو ۔ جلدی کرو ۔!" میر کزک نے ایرج سے کہا جو اُس کے سامنے خاموش کھڑا تھا!

"یہاں سے نکل جاؤں گا بابا!" ایرج بولا۔ "لیکن یہ ناممکن ہے کہ باہر ٹھہر کر اُس چوہے کے آدمیوں کا انتظار نہ کروں۔"

"تم پاگل ہو گئے ہو!" میر کزک نے کہا اور اُسے دھکیلتا ہوا باہر لایا ۔ صدر دروازہ بند کر کے قفل لگایا اور ایرج کا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگا!۔

"چلو ایرج! خدا کے لئے — احمق نہ بنو! میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں۔" اُس نے کہا۔ "ضحاک درندہ ہے!"

"میں بھی شکاری ہوں بابا!" ایرج اپنا ہاتھ چھڑاتا ہوا بولا! "میں نے بھی آج تک بطخوں پر گولی نہیں چلائی درندوں ہی کا شکار کرتا رہا ہوں!"

بوڑھے کی آنکھوں میں مایوسی اور خوف کی جھلکیاں نظر آئیں! — ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ایرج کو یہاں تنہا بھی نہ چھوڑنا چاہتا ہو اور اپنی جان بچانے کی بھی فکر ہو! —

بالآخر اُس نے کہا۔ "اچھا... مم — میں تو جا رہا ہوں — !"

"تم نہ جاتے تو میں تمہیں زبردستی یہاں سے ہٹا دیتا!" ایرج نے کہا۔ "تم بوڑھے ہو — تمہیں ہنگاموں سے دور رہنا چاہئیے — اور میں یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ بزرگوں کا سایہ ہمارے سروں سے اُٹھ جائے — !"

میرکزک جھینپے ہوئے انداز میں وہاں سے کھسک گیا! —

(۳)

ضحاک اپنے خوشامدیوں کے مجمع میں بیٹھا ڈینگیں مار رہا تھا! — لیکن یہ وہی لوگ تھے جو اُس کے ساتھ سرخسان سے آئے تھے! اِن میں ایک بھی کملاکی نہیں تھا! —

"خان — کیا خیال ہے — ایرج آ جائے گا" ایک آدمی نے پوچھا۔

"اگر چلا آیا تو میں یہیں اُس کی ٹانگیں چیر کر پھینک دوں گا۔" ضحاک غرایا۔ "تم نہیں جانتے کہ میں نے نہنگ کو کیوں بھیجا ہے! وہ کملاکیوں سے کتوں جیسا برتاؤ کرتا ہے — اس موقع پر بھی اپنی عادت سے باز نہیں آئے گا!"

"وہ اُسے کھینچتا ہوا لائے گا خان —"

"میں کہتا تو ہوں کہ اگر وہ ایرج کو لا سکا تو یہ ایرج کی زندگی کا آخری دن ہوگا!"

"ایرج کبھی سلام کرنے بھی نہیں آیا خان —" ایک آدمی بولا۔

"یہی وجہ ہے کہ میں اُس میں دلچسپی لے رہا ہوں! —"

"خان کی بات خان ہی جانیں"

ضحاک نے قہقہہ لگایا! پھر سنجیدہ ہو کر آنکھیں سکوڑیں اور بولا۔ "اگر وہ نہنگ کے ساتھ چلا آیا تو میرے کسی کام کا نہیں — میں تو اُس کا امتحان کر رہا ہوں — !"

کئی آدمیوں نے تحیر زدہ سی آوازیں نکالیں.... اور ضحاک نے پھر قہقہہ لگایا —

"اگر وہ نہ آیا تو میرے لئے بیحد قیمتی ہے ...... یہ دوہری چال ہے گدھو ! ——"

"خان کی عقل کو کون پا سکتا ہے —" کسی نے کہا۔

اتنے میں وہ آدمی بھی بحال تباہ وہاں آپہونچا جو ایرج کو لانے کے لئے بھیجا گیا تھا !۔ اُس کی پیشانی پر بد نما سا ورم ہر ایک کو صاف نظر آ گیا ! اور ضحاک نے ران پر زور سے ہاتھ مار کر قہقہہ لگایا !۔

"خخ ... خان !..." ہنگ ہکلایا "اُس کے پندرہ ہیں آدمی مجھ پر ٹوٹ پڑے تھے !"

یک بیک ضحاک کی ہنسی بڑی خوفناک غراہٹ میں تبدیل ہو گئی ——

"اُو خنزیر — اُو ولد الحرام ... تو جھوٹا ہے .... پورے کملاک میں کون ایسا ہے جو میرے کسی آدمی پر ہاتھ اُٹھا سکے — سوائے ایک کے — اور اُسی ایک نے تیری یہ درگت بنائی ہے۔ اُو ہنگ .... اُو بے شرم .... تیری ماں تیری ہڈیاں چوسے ... تو جھوٹا ہے — کہیں تالا پڑ گیا ہوگا — لیکن ایرج وہیں ہوگا — میرے اُس باپ کی قسم جو اپنے دشمنوں کی کھوپڑیوں میں تیمال پیا کرتا تھا .... ایرج وہیں ہوگا — !"

ہنگ نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

دفعتاً ضحاک ایک دُبلے پتلے اور بوڑھے آدمی کی طرف مڑا۔

"زال ... تم جاؤ — اُس سے کہنا کہ خان تم سے کچھ مشورہ کرنا چاہتا ہے .... اگر تم کہو تو وہ خود تمہارے گھر پر ہی آجائے — وہ بہادروں کو برابری کا درجہ دیتا ہے !"

"اُوہ — خان .... خان !" کئی آوازیں آئیں —

"خاموش رہو ! تم اُسے نہیں جانتے — اگر کسی نے نرمی سے اُس تک میرا پیغام پہونچایا ہوتا تو وہ ضرور چلا آتا !.... میں کہہ چکا ہوں کہ یہ صرف ایک امتحان تھا ! — مجھے وہ کسی کملاکی کا نطفہ نہیں معلوم ہوتا !"

(۴)

بوڑھے زال نے ایرج کے قریب پہونچکر اُسے بڑے ادب سے سلام کیا !...

"میں بھی بزرگوں کی بیحد عزت کرتا ہوں —" ایرج کسی قدر جھکتا ہوا بولا "لیکن شرط یہ ہے کہ میٹھے الفاظ میں انتقام کے خنجر پوشیدہ نہ ہوں — !"

"خان کو بڑا افسوس ہے کہ ہنگ تم سے بُری طرح پیش آیا تھا !" زال نے نرم لہجے میں کہا۔

ایرج نے چاروں طرف متجسسانہ نظروں سے دیکھا ! اُسے یقین نہیں تھا کہ کوئی سرخسانی کسی کملاکی سے شرافت

کا برتاؤ کر سکے گا! ہو نہ ہو کوئی چال ہے — ممکن ہے بوڑھا اُسے باتوں میں اُلجھا کر حملہ آوروں کی طرف سے بے خبر رکھنا چاہتا ہو!

بوڑھا بھی کاتی جہاندیدہ تھا! وہ سمجھ گیا — اور جلدی سے بولا! "اس وہم میں نہ پڑو اچھے لڑکے کہ ضحاک تم پر دھوکے سے حملہ کرائے گا — وہ بہادر ہے اور بہادروں کو برابری کا درجہ دیتا ہے خواہ وہ اُس کے زرخرید غلام ہی کیوں نہ ہوں —!"

"ہوں — تو اب تم کیا کہنا چاہتے ہو —!" ایرج نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

بوڑھے نے ضحاک کا پیغام دُہرایا:۔

"مگر میں کیا مشورہ دے سکوں گا:" ایرج نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں! "بستی کے کسی تجربہ کار بزرگ کو بُلوایا ہوتا — میں تو بالکل نکما ہوں —!"

"میں نہیں جانتا کہ وہ کس مسئلے پر تمہارے مشورے کا طالب ہے! میرا کام تو صرف پیغام پہونچانا تھا" بوڑھے نے جواب دیا:۔

"اچھی بات ہے — میں چلوں گا! لیکن اسے بھی سُن لو — میری زندگی میں کوئی مجھ سے میری رائفل یا ریوالور نہ لے سکے گا:"

"میرا خیال ہے کہ تم غیر مسلح نہیں کئے جاؤ گے —"

"تو پھر چلو! — میں جانتا ہوں کہ شکرال کے کسی حصّے کے لوگ بدعہد نہیں ہوتے —!"

ضحاک کی قیام گاہ یہاں سے دور نہیں تھی! اس لئے ایرج اپنا گھوڑا کنڑک کے اصطبل ہی میں چھوڑ کر پیدل روانہ ہو گیا! —

وہ اُلجھن میں تھا! آخر ضحاک کیا چاہتا ہے — ؟

بالآخر وہ ضحاک کے مختصر سے دربار میں جا پہونچا! اُس کے مصاحبوں نے اُسے کڑوے تیوروں سے دیکھا اور دو آدمی غالباً اُسے غیر مسلح کر دینے کے لئے اُٹھے تھے:۔

"ٹھہرو —!" ایرج ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "مجھے یقین دلایا گیا تھا کہ میں خان کے سامنے غیر مسلح نہ کیا جاؤں گا:"

"ٹھیک ہے!" ضحاک نے کہا۔ "اس کی ضرورت نہیں — کوئی ایرج کے لئے اپنی جگہ خالی کر دے —!"

ایرج نے سوچا — تو یہ بات ہے —! اس طرح اُس کا خاتمہ کر دینے کی اسکیم بنائی گئی ہے! بھلا کون اُس کے لئے اپنی جگہ خالی کرتا!.... گو کملاک میں اسکا رواج نہیں تھا لیکن شکرال کی دوسری بستیوں میں یہی ہوتا تھا! سرداروں کے سامنے یا تو کھڑے رہنا پڑتا تھا یا مصاحبوں میں سے کسی کی جگہ پر زبردستی قبضہ کیا جاتا تھا! اور بارہا ایسا ہوا مصاحب دم دبا کر دربار سے کھسک جاتا تھا — ابھی تک بوڑھے زال ہی کی جگہ خالی پڑی رہی تھی

لیکن یہ نقشہ دیکھ کر وہ بھی اپنی جگہ پر جم گیا ! - وہ اپنے گھر پر ایرج کے استقبال کے لئے سر کے بل بھی کھڑا ہو جاتا لیکن دربار میں کسی کے لئے خود سے جگہ خالی کر دینا سکرالیوں کی شان کے خلاف تھا خواہ اس کے لئے سردار ہی سے حکم کیوں نہ ملا ہو ! -

ایرج نے تیکھی نظروں سے مصاحبوں کا جائزہ لیتے ہوئے ضحاک سے کہا۔ "میں ناتجربہ کار ہوں — خان — نہیں جانتا کہ میرے لئے کون سی جگہ مناسب رہے گی — میں اِن بہادروں سے بھی اچھی طرح واقف نہیں ہوں !"

ضحاک نے بھی مسکرا کر اپنے مصاحبوں کی طرف دیکھا اور سب سے زیادہ اکڑی ہوئی گردن والے ایک مصاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "میری دانست میں وہ جگہ تمہارے لئے مناسب رہے گی !"

مصاحب نے قہقہہ لگایا اور بولا۔ "یہ جگہ تو میری عدم موجودگی میں بھی خالی ہی رہتی ہے خان۔"

"اب موجودگی میں خالی ہونے سے بچاؤ ...... !" ایرج نے مسکرا کر شانوں کو جنبش دی ! -

ضحاک انھیں بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا ! -

ایرج نے مصاحب کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا ! - غضبناک مصاحب کے اُٹھنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی سانپ پھپھکارتا ہوا آدھے دھڑ سے اُوپر اُٹھ گیا ہو ! -

لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے کام لے سکتا ایرج نے اُس کی پیٹی پکڑ لی ..... مصاحب نے اُسکی گردن پکڑنی چاہی لیکن ایرج نے جھکائی دے کر پہلے ہی زور میں اُسے سر سے اُونچا اُٹھا لیا ! —

دوسرے بوکھلا کر کھڑے ہو گئے ! ... اِن میں خود ضحاک بھی شامل تھا ! - شائد اُسے ایرج کے اس حد تک بڑھ جانے کی توقع نہیں تھی ! -

"میں ایک دوست کی حیثیت سے آیا ہوں ! ..." دفعتاً ایرج نے کہا اور مصاحب کو بہ آہستگی زمین پر اُتار دیا ! لیکن وہ تو اِس کھلی ہوئی توہین پر پاگل ہو گیا تھا ! زمین پر پیر لگتے ہی ایرج سے لپٹ پڑا ! -

"یروکا — یروکا — یہ کیا ہے — الگ ہٹ !" ضحاک دہاڑا ....

لیکن مصاحب نے ایک نہ سُنی ! تب ضحاک نے دوسرے مصاحبوں کو حکم دیا کہ وہ ایک طرف ہٹ جائیں اور انھیں لڑنے دیں ! —

ایرج نے پھر موقع پا کر اُسے پہلے ہی کی طرح اُٹھا لیا اور ویسے ہی اُٹھائے ہوئے دروازے کی طرف چلنے لگا ! ... وہ سب دم بخود تھے ! - صرف یروکا ہی کے حلق سے کسی گھٹنے کتے کی سی غراہٹیں نکل رہی تھیں اور وہ ایرج کے ہاتھوں پر تنا ہوا — بار بار کوشش کر رہا تھا کہ لاتوں ہی سے اُس کی مرمت کر ڈالے .... لیکن ایرج اُسے جھکولے دے دے کر خود کو بچاتا رہا ! —

پھر دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے اُسے باہر پھینک کر دروازہ بند کیا اور کنڈی چڑھادی !۔

"اَب سردار ..." وہ ضحاک کی طرف مُڑا "ہم سکون کے ساتھ گفتگو کر سکیں گے —!"

"تم نے بہت اچھا کیا !" ضحاک نے قہقہہ لگایا۔ "آؤ — اَب تمہارے لئے جگہ بھی خالی ہو چکی ہے !... آؤ — خوش آمدید — اَب تو تکلاکیوں کو یقین آجانا چاہئیے کہ میں نے اُن کے سردار کو دھوکے سے نہیں مارا ... تھا ! — اَب اِسی وقت کیا تم ہمارے رحم وکرم پر نہیں تھے جب تمہاری پُشت ہماری طرف تھی ! — کیا ایک ہی گولی تمہارا منہ دنیا سے بھی نہ پھیر دیتی —!

"یقیناً !" ایرج مسکرایا۔ "لیکن سردار ضحاک پُشت سے آئی ہوئی گولیوں کی پرواہ مجھے نہیں ہوتی البتہ اگر میرا سینہ چھلنی ہوجائے تو میں مرتے مرتے یہی سوچوں گا کہ میرے باپ سے کبھی نہ کبھی کوئی گدھاپن ضرور سرزد ہوا ہوگا !"

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا یمروکا کی چوکی کے قریب آیا !۔ ضحاک کے سارے مصاحب اُسے غصیلی اور کینہ توز نظروں سے دیکھ رہے تھے ! لیکن بے بس تھے !۔ شکرالی روایات کے مطابق اِس وقت ایرج پر کسی دوسرے کا حملہ خلاف قانون سمجھا جاتا ... البتہ خود وہ شخص جس کی نشست پر قبضہ کیا گیا تھا اُسے دھوکے سے مار ڈالنے کا بھی مجاز تھا !۔

ضحاک جیسے ہی اپنے تخت پر بیٹھا اُن سبھوں نے بھی اپنی اپنی جگہ سنبھال لی !۔ ایرج۔ یمروکا کی چوکی پر بیٹھ گیا تھا !۔

"تکلاکی — مجھ سے نفرت کیوں کرتے ہیں ایرج !" ضحاک نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"اُن کا خیال ہے کہ ہمارا خان دھوکے سے مارا گیا تھا !" ایرج نے بیباکانہ جواب دیا۔

"یہ غلط ہے !" ضحاک نے کہا "میرے متعلق یہاں بہتیری غلط خبریں مشہور ہیں ! تم لوگوں کا خیال ہے کہ میں نے سرخسان میں شرجیل سے شکست کھائی تھی اور یہاں چلا آیا تھا ! —"

"لوگ یہی کہتے ہیں —!"

"غلط کہتے ہیں ! شرجیل نے دھوکے سے میری اِملاک پر قبضہ کر لیا تھا ! میں اُن دنوں سرخسان میں نہیں تھا اپنے چند ساتھیوں سمیت بھوری پہاڑیوں میں شکار کھیل رہا تھا ! — اُس نے میری عدم موجودگی میں سرخسان پر حملہ کیا اور قابض ہو گیا !..... میں نے سُنا تو پھر سرخسان جانے کا ارادہ ہی ملتوی کر دیا ! میں جانتا تھا کہ مٹھی بھر آدمیوں کے ساتھ شرجیل سے مقابلہ کرنے کا دوسرا نام خودکشی ہی ہوگا ... اُس کے ڈر سے سرخسان کا کوئی خارش زدہ کتا بھی میرا ساتھ نہ دیتا — ہمارا اِرادہ تھا کہ ہم کرغال کی طرف نکل جائیں ... لیکن راہ بھٹک کر اِدھر نکل آئے ..... اُن دنوں تمہارا خان بھی شکار کھیل رہا تھا !..... اُس نے ہمیں خواہ مخواہ للکارا کہنے لگا کہ ...... اس جنگل میں صرف وہی شکار کھیل سکتا ہے —!"

"خان کے کسی مصاحب نے کہا ہوگا !" ایرج بولا "خان تو بہت نرم دل آدمی تھے — !"

"ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی مصاحب ہی رہا ہو !" ضحاک نے سر ہلا کر کہا "لیکن میرے مقابلے پر تمہارا خان ہی آیا تھا !۔ ہمارے درمیان علانیہ جنگ ہوئی تھی اور تمہارا خان مارا گیا تھا — ورنہ میں خود بھی اُسی کی طرح امن پسند آدمی ہوں !"

ایرج کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر اُسے یہاں طلب کرنے کا مقصد کیا ہو سکتا ہے — یہ بات تو اُس کی بھی سمجھ میں آگئی تھی کہ وہ اُسے دھوکے سے نہیں مارنا چاہتا تھا ورنہ اُس وقت موقع تھا جب وہ یرو کا کو اٹھائے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا ! — پھر ...... ؟

ضحاک بھی خاموش ہو گیا تھا۔ دفعتاً اُس نے چاروں طرف دیکھ کر کہا "اب میں یہاں صرف ایرج ہی کی موجودگی پسند کروں گا"

اُس کے سارے مصاحب اُٹھ گئے — ایک نے بڑھ کر دروازہ کھولا اور وہ سب ایک ایک کر کے باہر نکل گئے۔ یرکا کا کہیں پتہ نہ تھا !۔

ضحاک نے ایرج سے کہا "دروازہ بند کر دو۔"

ایرج دروازہ بند کر کے پھر اُس کی طرف پلٹ آیا۔...

"مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے —" ضحاک نے آہستہ سے کہا۔

ایرج کچھ نہ بولا ! لیکن اُس کی آنکھوں میں سوال تھا۔

"میں ایک امن پسند آدمی ہوں..." ضحاک نے کہا "خون خرابہ پسند نہیں کرتا — اگر چاہوں تو آج بھی سرخسان کی اینٹ سے اینٹ بجا سکتا ہوں — کملاکی میرا ساتھ نہ دیں تب بھی — شکرال کی تین بستیاں آج بھی میرے ایک اشارے پر اُلٹ پڑیں گی ! لیکن اسے بھی پسند نہیں کرتا کہ میرے باپ کی کھوپڑی شرجیل کے پیروں کے نیچے رہے... اُس باپ کی کھوپڑی جو خود ہی اپنے دشمنوں کی کھوپڑی میں تیمال پیا کرتا تھا ! —"

"میں نہیں سمجھا —" ایرج بولا۔

"اُس نے میرے باپ کی کھوپڑی قبر سے کھود نکالی ہے اور دربار میں اُس پر پیر رکھ کر بیٹھتا ہے — !"

"اوہو — یہ تو بڑی گھناؤنی بات ہے — !" ایرج نے کہا "ہم کملاکی تو دشمن کے مُردے کی بھی عزت کرتے ہیں — !"

"یہی حال میرا بھی ہے !" ضحاک نے ٹھنڈی سانس لیکر کہا "شائد میں بھی کملاک ہی کی مٹی سے بنایا گیا تھا !"

ایرج ہنس پڑا اور بولا "خود ہی اپنے کو گالی دے رہے ہو خان ضحاک — !"

"یہ بات درندوں کے لئے گالی ہوگی — میں تو کملاکیوں ہی کی طرح امن پسند ہوں — !"

"مگر تمھارے ساتھیوں نے تو کملاکیوں پر زندگی تنگ کر رکھی ہے۔"

"اگر مجھے کوئی ایسی اطلاع مل جاتی ہے تو میں اپنے اُس ساتھی کو سزا ضرور دیتا ہوں جو خواہ مخواہ کسی کو پریشان کرتا ہے !—"

ایرج پھر خاموش ہوگیا — !

"تم دلیر بھی ہو — اور عقلمند بھی — اگر تم چاہو تو میری مشکل آسان ہو سکتی ہے —"

"وہ کیسے خان ضحاک — !"

"کسی طرح میرے باپ کی کھوپڑی شرجیل کے قبضے سے نکال لاؤ —"

"اُوہ — مگر — مگر .... میری ماں شائد مجھے سرخسان جانے کی اجازت نہ دے — کبھی نہیں جانے دیا ! —"

"اُس سے بتانے کی ضرورت ہی کیا ہے — کہدو کہ مال لیکر سرحد پار جا رہا ہوں .... اور ہاں پہلے وعدہ کرو کہ تم اس کا تذکرہ کسی سے بھی نہیں کروگے — اُف فوہ — تم خود سوچو کہ یہ میری کتنی بڑی توہین ہے.... لوگ مجھ پر ہنسیں گے — !"

"ہے تو — !"

"بہادروں کو دوسروں کی عزت کا بھی پاس ہوتا ہے۔"

"میں کسی سے بھی تذکرہ نہیں کروں گا — !"

"مجھے تم سے یہی امید تھی — پھر کیا ٹہری۔ کروگے میرا یہ کام ! —"

"مجھے ایک دن کی مہلت دو۔ خان ضحاک — !"

"اچھی بات ہے — لیکن میں ناامید نہیں ہوں ! تم جو کچھ کہوگے.... کر گذروگے — اتنا تجربہ کار تو میں بھی ہوں کہ آدمی پہچان سکوں — !"

(۵)

ایرج نے فیصلہ کر لیا کہ وہ خان ضحاک کی مدد کرے گا — لیکن اُس نے اپنی ماں سے نہیں بتایا۔ کسی سے بھی تذکرہ نہیں کیا ! ماں سے یہی کہا کہ وہ سرحد پار جا رہا ہے .... اور اس بار معقول معاوضہ پر کسی دوسرے کیلئے

تجارت کرے گا جو اپنے مال سمیت کملاک اور کراغال کی سرحد پر اُس کا منتظر ہے — !
لیکن وہ تنہا بھی نہیں جانا چاہتا تھا !۔ ضحاک نے پہلے ہی واضح کر دیا تھا کہ وہ کوئی اپنا آدمی اُس کے ساتھ نہیں کر سکے گا ! کیونکہ اس طرح سرخسان میں اُس کا داخلہ ناممکن بھی بن سکتا ہے —!
بالآخر ایرج کو اپنا اکلوتا دوست عقرب یاد آیا ----- وہ ایک منچلا ہنسوڑ اور بے جگر نوجوان تھا ! ایرج کو توقع بھی کہ وہ اُس کے ساتھ سفر کرنے پر آمادہ ہو جائے گا..... لیکن وہ بھی جانتا تھا کہ ایرج کی ماں سرخسان کے نام ہی سے بھڑکتی ہے !۔
ایرج نے سوچا کہ وہ فی الحال اُس سے بھی جھوٹ ہی بولے گا ..... چاہے کملاک کی سرحد سے نکل جانیکے بعد حقیقت ہی کیوں نہ ظاہر کر دے —! خود عقرب تو سرخسان کے چپے چپے سے واقف تھا !۔
وہ اپنی اِس تدبیر کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب بھی ہو گیا !۔ عقرب اُس کے ساتھ ہو لیا تھا اور اُن کے گھوڑے بستی کو پیچھے چھوڑتے جا رہے تھے !۔
جب وہ کملاک کی حدود سے نکل گئے تو ایرج نے کہا ! "ہم کراغال نہیں جا رہے —!"
"میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تم جھوٹ کی تلاش میں ہو اور بیچاری بڑھیا کو خواہ مخواہ کسی بڑی تجارت کی کہانی سنا رہے ہو !"
"او — عقرب ! جھوٹ نہیں ! میں صرف سرخسان دیکھنا چاہتا ہوں مگر پتہ نہیں کیوں وہ مجھے سرخسان کا نام بھی نہیں لینے دیتی —!"
"وہ جانتی ہے کہ سرخسانی لڑکیاں بوڑھیوں کا مضحکہ اڑاتی ہیں ! اور اُنھیں چڑانے کے لئے اس طرح نوالے چباتی ہیں جیسے منہ میں دانت ہی نہ ہوں —!"
"چپ رہو ! لڑکیوں کی باتیں نہ کرو — مجھے اُلجھن ہوتی ہے !"
"کیوں بھولے شہزادے —!"
"بس یہ بات آگے نہ بڑھاؤ —!"
"مگر ہمارے گھوڑے تو بڑھتے ہی جائیں گے —! کیا منڈولی کی سرائے میں ٹھہرنے کا ارادہ ہے یا کسی غار ہی میں رات بسر کریں گے —!"
"غار میں کیوں —" ایرج نے اکڑ کر کہا۔ "میرا تھیلا کالی ٹکیوں سے بھرا ہوا ہے۔"
یہ کالی ٹکیاں چائے کے سفوف سے بنائی جاتی تھیں ..... شکر کے گاڑھے قوام میں سفوف گوندھا جاتا تھا اور ٹکیاں بنا کر خشک کر لی جاتی تھیں پھر چھوٹی موٹی خریداریوں میں یہی ٹکیاں سکوں کی طرح چلتی تھیں !۔

چائے آسانی سے نہیں حاصل ہوتی تھی ۔۔۔ اس کے لئے منگرالیوں کو بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے تھے ۔۔۔ اسی لئے یہ سب سے زیادہ قیمتی چیز سمجھی جاتی تھی! تیمال تو سب ہی پی لیتے تھے ۔۔۔ لیکن چائے ہر ایک کے بس کا روگ نہیں تھی ۔۔۔!

"تب تو تم بڑے اچھے آدمی ہو!" عقرب نے کہا۔

منڈولی کی سرائے سرخسان ہی کی حدود میں واقع تھی! سورج غروب ہوتے ہوتے وہ وہاں پہونچ گئے۔ یہ بڑی پر فضا جگہ تھی ۔۔۔۔ چاروں طرف ہری بھری پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں جن کے درمیان اس چھوٹی سی بستی کی چہل پہل ایسی ہی لگتی تھی جیسے کوئی تندرست شیر خوار بچہ پالنے میں پڑا قلقاریاں مار رہا ہو! ۔۔۔

یہ بستی بھی منڈولی کی سرائے کے نام سے مشہور تھی! صرف "منڈولی" کوئی بھی نہیں کہتا تھا۔

اُن کے گھوڑے سرائے کے ملازم نے تھامے اور وہ اندر چلے آئے ۔۔۔۔ ملازم سے باہر ہی معلوم ہو چکا تھا کہ کئی بستر خالی ہیں انھیں ذرہ برابر بھی تکلیف نہیں ہوگی!۔

یہاں بڑی چہل پہل نظر آئی ۔۔۔ چاروں طرف تیمال کے دور چل رہے تھے! سرائے کا مالک جو ایک بھاری بھرکم آدمی تھا اُن کے استقبال کے لئے بڑھا! لیکن قریب پہونچکر اُس کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا! کیونکہ وہ دونوں وضع قطع کے اعتبار سے بحیثیت کملا کی ہزاروں میں پہچانے جا سکتے تھے ۔۔۔!

"جی ہاں!" مالک نے بے دلی سے کہا۔ "ہم گاہکوں کو بہت آرام پہونچاتے ہیں لیکن بستروں کی جوئیں ہماری طرح عقلمند نہیں ہیں:"

عقرب بغل میں دبے ہوئے کمبل کی طرف اشارہ کرکے سنجیدگی سے بولا "پرواہ نہ کرو ۔۔۔ ہم اپنی جوئیں بھی ساتھ لائے ہیں ۔۔۔۔ تمہاری جوئیں کاہل ہو جانے سے محفوظ رہیں گی ۔۔۔"

مالک نے دانت نکال دئے ۔۔۔ اور ایک خالی میز کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔ "آپ تیمال پیجئے! میں بستر ٹھیک کرائے دیتا ہوں ۔۔۔!"

انھوں نے بیٹھتے وقت اپنے کمبل پیروں کے پاس ڈال دئے ۔۔۔ اور عقرب نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ "اگر تمہاری کالی ٹکیاں سرخسانی لباس خریدنے میں کام آئیں تو زیادہ بہتر ہوگا!۔۔۔ ورنہ جانتے ہو ہم نکّو بن کر رہ جائیں گے! پتہ نہیں کس بات میں ہم ان سوروں سے کم ہیں! ۔۔۔ آہا ۔۔۔ چلو ایک لڑکی تو نظر آئی ۔۔۔!"

ایرج نے بھی اُدھر نظر دوڑائی جس طرف عقرب نے اشارہ کیا تھا!۔۔۔ ایک لڑکی سرائے میں داخل ہو رہی تھی جس کے پیچھے دو سرخسانی سامان اُٹھائے چل رہے تھے! ہو سکتا ہے کہ وہ لڑکی کے ملازم رہے ہوں ۔۔۔ لڑکی لباس اور چال ڈھال سے معزز معلوم ہوتی تھی! ۔۔۔

دفعتاً سرائے کا مالک جھپٹ کر اُس کی طرف بڑھا اور قریب پہونچکر اتنا جھکا جیسے اب سجدے ہی میں گر جائے گا!۔

اور پھر وہ اُس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا! دانت نکلے پڑ رہے تھے! ایسا لگتا تھا جیسے وہ بس گھگھیائے ہی جا رہا ہو!۔

"ہے تو شاندار۔" عقرب آہستہ سے بڑبڑایا۔ "مگر تیری ماں کو ناکوں چنے چبوا دے گی۔"

"کیا بکتا ہے ۔۔" ایرج نے کہا جو اب دوسری طرف دیکھ رہا تھا!۔

وہ قافلہ ایک دروازے میں داخل ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گیا! ان دونوں کی میز پر تیمال کے مرتبان رکھ دیئے گئے ۔۔ یہ مرتبان پتھر کے ہوتے تھے! اور ایک چھوٹے سے ڈونگے سے تیمال نکالی جاتی تھی! دھات کے وزنی گلاس پینے کے لئے ہوتے تھے۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بوتلیں یا شیشے کے گلاس وہاں نایاب تھے! بات دراصل یہ تھی کہ سراؤں میں اکثر و بیشتر دھول دھپہ بھی ہونے لگتا تھا لہٰذا شیشے کے گلاس اور بوتلیں کتنے دن کی ہوتیں!۔

اُنھوں نے رات سکون سے گذاری ۔۔۔ ایرج دن چڑھے تک سوتا رہا ۔۔۔ اُٹھا تو عقرب کو سرخسانیوں کے مخصوص لباس میں دیکھ کر بوکھلا گیا! وہ چمڑے کے جیکٹ اور ٹانگوں سے چپکے ہوئے چست پاجامے میں تھا!۔ سر پر بڑے بالوں والی ٹوپی تھی!۔

کملا کیوں کا لباس ڈھیلا ڈھالا ہوتا تھا!۔ جیکٹ کی بناوٹ بھی سرخسانی جیکٹوں سے مختلف ہوتی تھی اور وہ بڑے بالوں والی ٹوپی کی بجائے چمڑے کی خود نما ٹوپی استعمال کرتے تھے ۔۔!

"ارے اس طرح کیوں آنکھیں پھاڑ رہا ہے مرے یار۔" عقرب نے ہنس کر کہا۔ "تیری کالی ٹکیاں محفوظ ہیں! میں بھی کوئی ایسا مفلس نہیں! تمہارا جوڑا وہ رہا!۔"

اُس نے کمرے کے ایک گوشے میں پڑی ہوئی چوکی کی طرف اشارہ کیا تھا!۔

"مگر ۔۔۔۔!" ایرج کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اُوہ ۔۔۔ میں یہ نفرت انگیز لباس ہرگز نہیں پہنوں گا! مجھے میری کھال ہی میں رہنے دو ۔۔۔ کیا تم خود کو اتنا حقیر سمجھتے ہو کہ تمہیں سرخسانیوں میں سرخسانی ہی بتانا پڑے ۔۔۔۔!"

"ضرور مار کھاؤ گے میرے شیر!" عقرب سر ہلا کر بولا۔ "میں لومڑی بن کر زندہ رہنا زیادہ اچھا سمجھتا ہوں!۔ اُٹھو ۔۔۔ اور چپ چاپ یہ لباس پہن لو ۔۔۔ ورنہ تماشہ بن جاؤ گے! قبل اس کے کہ تم سرخسان کی سیر کرو سرخسانی تمہاری ہی سیر کر کے رکھ دیں گے ۔۔۔ سرائے کے مالک کو میں نے ڈھکے چھپے الفاظ میں سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ ہم سرخسانی ہی ہیں اور ایک خاص مقصد کے تحت ابتک کملا کیوں کے بھیس میں سفر کرتے رہے تھے ۔۔۔ اگر میں یہ تدبیر نہ کرتا تو جانتے ہو ہمیں ناشتے میں کیا ملتا! ۔۔ پیاز کے چھلکے شوربہ دار ۔۔۔ چلو شاباش اُٹھو اور اب اسی نفرت انگیز لباس میں آجاؤ ورنہ سرخسانی بچے ہمارے پیچھے تالیاں بجاتے پھریں گے ۔۔۔ آوازے کسیں گے ۔۔ میں تو خیر ہنس کر ٹال جاؤں گا ۔۔۔ مگر تم اکڑو خان اپنی بوٹیاں خود ہی نوچو گے ۔۔!"

پھر ایرج نے طوعاً و کرہاً سرخسانیوں کا لباس پہنا تھا!۔

روانگی کے وقت دھوپ کی تمازت کسی حد تک بڑھ گئی تھی! جلد ہی وہ منڈولی کی پہاڑیوں کو پیچھے چھوڑ گئے۔ گھوڑوں کی رفتار تیز نہیں تھی!۔

ایرج سوچ رہا تھا کہ عقرب کو ہمراز بنائے یا نہ بنائے!۔۔۔ ضحاک کے باپ کی کھوپڑی اُسے ہر حال میں حاصل کرنی تھی وہ اس کا بھی معترف تھا کہ عقرب خود اُس سے کہیں زیادہ عقلمند ہے۔۔۔ لیکن ضحاک کا نام سُن کر وہ بھڑک جاتا!۔۔۔ کملا کی ضحاک سے خائف ضرور تھے لیکن اُن میں سے کسی کو بھی موقع مل جاتا تو وہ ضحاک کو زندہ نہ چھوڑتا چہ جائیکہ کسی معاملے میں اُس کی مدد کرتا!۔

ایرج سوچتا رہا لیکن عقرب سے اس کا تذکرہ کرنے کی ہمت نہ پڑی! ضحاک سے اُس نے پتہ نہیں کیوں وعدہ کر لیا تھا کہ وہ اُس کی مدد کرے گا ورنہ وہ خود بھی اُسے ایک گندہ سور سمجھتا تھا اور شاید موقع ملنے پر اُس کا خون بہانے سے دریغ نہ کرتا!۔۔۔

گھوڑوں کی ٹاپیں سنگلاخ زمین پر بج رہی تھیں!۔۔۔ عقرب آہستہ آہستہ اپنے گھوڑے کی لگام ڈھیلی کرتا جا رہا تھا!۔

"گھوڑوں کو تھکانے سے کیا فائدہ!" ایرج نے اُسے ٹوکا۔ "آرام سے چلو"

"ہائے۔ آرام کہاں۔ آرام تو وہ لے گئی۔ مگر میرا نہیں تمہارا۔۔۔۔۔"

"کون؟۔ کیا بک رہے ہو۔!"

"وہ کل شام والی لڑکی یاد ہے نا! ہم سے کچھ دیر پہلے وہ بھی اسی راستے سے گذری ہوگی! کسی بڑے گھرانے کی معلوم ہوتی تھی۔۔۔ دس مسلح ملازم ساتھ تھے!"

ایرج کچھ نہ بولا! لڑکیاں اُس کی بھی کمزوری تھیں۔۔ کس کی نہیں ہوتیں۔۔۔ لیکن وہ عقرب کی طرح بے لگام نہیں تھا!۔۔۔ لڑکیوں کا تذکرہ کرتے وقت اُس کی زبان لڑکھڑاتی تھی! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی جرم سرزد ہو رہا ہو!۔

وہ خاموشی سے عقرب کی بکواس سنتا رہا جس نے اب شاعری شروع کر دی تھی!۔

یک بیک مخالف سمت سے ایک گھوڑا اُسی طرف آتا ہوا نظر پڑا۔۔۔ اُس کی پُشت خالی تھی اور دوڑنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے کہیں سے جان بچا کر بھاگا ہو! انھوں نے اپنے گھوڑے ایک طرف کر لئے اور وہ اُن کے برابر سے نکلا چلا گیا!۔

"سوار کو پھینک کر بھاگا ہے شاید!" ایرج نے کہا۔ اور گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا بولا۔ "چلو دیکھیں بیچارا زندہ بھی ہے یا مر گیا!۔"

اَب ان کے گھوڑے تیزی سے دوڑنے لگے تھے۔۔۔ کچھ دور چل کر پھر ویسا ہی دوسرا خالی گھوڑا دکھائی دیا جو دوسری

سمت بھاگا جا رہا تھا !۔

اور پھر وہ اُس جگہ جا پہونچے جہاں سات لاشیں خون میں لتھڑی پڑی تھیں ۔۔۔۔۔

"ارے ۔۔!" عقرب تقریباً چیخ پڑا ۔ "یہ تو ۔۔۔ یہ تو وہی لوگ ہیں جو اُس لڑکی کے ساتھ تھے !۔ مگر ۔۔"

وہ خاموش ہو کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا ۔ "مگر لڑکی کی گھوڑا گاڑی کہاں گئی ! ۔۔۔ اوہ ٹھہرو ۔۔۔ ہاں ۔۔۔۔ یہ آوازیں ۔۔۔۔ مگر یہ تو ادھر سے آ رہی ہیں ۔۔"

"مرنے والوں کے گھوڑے نہ ہوں ۔۔" ایرج نے کہا ۔

"نہیں اِن میں پہیّوں کی گھڑگھڑاہٹ بھی شامل ہے ۔۔۔۔ غور سے سُنو !۔"

ایرج چند لمحے خاموش رہا پھر سر ہلا کر بولا ۔ "ہاں یہ پہیوں ہی کی آواز ہے ۔۔۔ مگر راستہ ۔۔۔۔۔۔"

عقرب اپنا گھوڑا آگے بڑھاتے گیا !۔ کچھ دور چل کر مڑا ساتھ ہی گھوڑا بھی رُک گیا اور اُس نے بائیں جانب ہاتھ اُٹھا کر کہا ۔ "یہ رہا راستہ !۔"

ایرج نے بھی اپنا گھوڑا بڑھایا ۔۔۔۔

وہ ایک آٹھ یا دس فٹ چوڑے درّے کے سامنے کھڑے تھے ۔۔۔۔۔۔

"گاڑی اِدھر ہی گئی ہے ۔۔۔ !" عقرب نے گھوڑے کی پشت سے جھک کر نیچے دیکھتے ہوئے کہا ۔ "یہ دیکھو ۔۔۔ گلے کے زیور کے کچھ ٹکڑے ۔۔۔ یہاں پڑے ہیں ۔۔۔۔ لڑکی زبردستی لے جائی گئی ہے ۔۔۔۔۔"

ایرج نے اپنا گھوڑا درّے میں ڈال دیا ! اور عقرب ہاتھ اُٹھا کر چیخا ۔ "اُو اکڑو خان ذرا سنبھل کے ۔۔۔۔ میں بھی آ رہا ہوں ۔۔۔ ٹھہرو ۔۔۔ یہ سرخسان کی مکاری سکھانے والی آب و ہوا کا علاقہ ہے ۔۔۔۔"

گھوڑوں کی ٹاپوں سے درّہ گونجتا رہا !۔ ایرج آگے جھکا پڑ رہا تھا ! اُس کے گھوڑے کی رفتار بہت تیز تھی ۔۔۔ عقرب اُس سے کافی پیچھے رہ گیا تھا لیکن کوشش کر رہا تھا کہ وہ بھی اُس کے قریب پہونچ جائے !۔

کچھ دیر بعد اُنہیں گھوڑا گاڑی دکھائی دی جو بڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی جا رہی تھی ! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب اُلٹی اور تب اُلٹی ۔۔۔۔ شاید گھوڑوں پر متواتر چابک برسائے جا رہے تھے ۔ یک بیک ایرج نے اپنا ریوالور نکالا غالباً بھاگنے والوں کو متوجہ کرنے کے لئے ہوائی فائر کرنا چاہتا تھا ۔۔۔

"ٹھہرو !۔" عقرب چیخا ۔ "احمق نہ بنو ۔۔۔۔"

لیکن اُس نے فائر کر ہی دیا !۔ پھر گاڑی سے ایک فائر ہوا ۔۔۔ اور عقرب ایرج کو بُرا بھلا کہنے لگا : ایرج کاندھے سے رائفل اُتار رہا تھا ۔۔۔۔۔۔

"اُو ۔۔۔ رستم کے بھتیجے !" عقرب دانت پیس کر چیخا ! "میری بھی تو سُنو !۔"

اتنے میں ایرج نے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی اور گاڑی پر فائر کیا! اُس کا گھوڑا اب بھی دوڑ رہا تھا لیکن رفتار کسی قدر کم تھی!... گاڑی سے چیخیں سنائی دینے لگیں اور یہ کسی عورت ہی کی چیخیں ہو سکتی تھیں!۔

گاڑی سے پھر کئی فائر ہوئے..... اُس کی رفتار اب کافی سست ہو گئی تھی!۔

"سنبھلو!۔" عقرب اپنے گھوڑے کی لگام کھینچتا ہوا چیخا!۔ اُدھر ایرج نے اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی گاڑی سے بھی دو آدمی کود دے اور اُنھوں نے زمین پر پہونچتے ہی اُن کی طرف فائر کئے!۔

"گھوڑے کو بچاؤ"۔ عقرب پھر چیخا اور اپنے گھوڑے کو بائیں جانب کی ایک دراڑ میں لیتا چلا گیا!۔

ایرج ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں پوزیشن لے چکا تھا! گاڑی سے کودنے والوں نے پھر فائر کئے لیکن گاڑی تو بہرحال اب بھی آگے ہی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ لوگ شاید صرف اُنھیں روکنے کے لئے گاڑی سے کودے تھے! وہ بھی ایک چٹان کی اوٹ ہی میں تھے!۔

ایرج فائر کرتا اور جھنجھلاتا رہا کیونکہ گاڑی تو آگے نکلی جا رہی تھی..... اُس کا گھوڑا جہاں رُکا تھا... وہیں کھڑا دولتیاں جھاڑتا رہا! کبھی کبھی پچھلی ٹانگوں پر بھی کھڑا ہو کر غصیلی آوازیں نکالتا! لیکن وہ گولیوں کی زد پر نہیں تھا اُسے مار ڈالنے کے لئے اُن لوگوں کو اوٹ سے نکلنا پڑتا!۔

ایرج نے پیچھے مڑ کر دیکھا! اور بھونچکا رہ گیا۔ کیونکہ عقرب اپنے گھوڑے سمیت غائب تھا! اُس نے سوچا شاید بوکھلا کر بھاگ نکلا!۔

دوسری طرف سے فائر ہوتے رہے... لیکن اب اُس نے اپنی اُنگلی ٹریگر پر روک لی تھی! اگر گھوڑا شور نہ مچا رہا ہوتا تو وہ اُنھیں اوٹ سے باہر نکالنے کی کوشش کرتا!۔

کچھ دیر بعد دوسری طرف سے بھی فائرنگ رُک گئی! غالباً اب وہ لوگ بھی اُسے دھوکا دینا چاہتے تھے... ٹھیک اُسی وقت گھوڑا بھی خاموش ہو گیا! ایرج نے زمین پر کہنیاں ٹیک کر سر اُبھارا۔ وہ دونوں جھکے ہوئے پیچھے ہٹ رہے تھے! مقصد غالباً یہی تھا کہ اُسے دھوکے میں رکھ کر چپ چاپ کھسک جائیں۔

بڑا اچھا موقع تھا! ایرج بہ آہستگی سیدھا کھڑا ہو گیا! وہ جھکے ہوئے اُسی طرح آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے! لیکن ٹھیک اُسی وقت اُس کا گھوڑا پھر ہنہنا اُٹھا! اور وہ تیزی سے مڑے! زد پر تھے اس لئے ایرج کی اُنگلی ٹریگر پر چل ہی گئی ایک گرا اور دوسرا پھر زمین پر لیٹ گیا! دوسرے نے فائر بھی کیا تھا! لیکن بوکھلاہٹ میں ہاتھ کیوں نہ بہکتا! ایرج محفوظ رہا!۔ دوسرے نے شاید پھر پتھر کے قریب آکر پوزیشن لے لی تھی..... ایرج کو اپنے گھوڑے پر بڑا غصہ آیا! کمبخت نے سارا کھیل بگاڑ دیا! اس وقت ان دونوں کو ڈھیر کر دینا اتنا ہی آسان ہوتا جتنا تیمال کے گھونٹ حلق سے اُتارنا ہو سکتا ہے! دوسرے نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی تھی۔ شاید وہ خوفزدہ تھا!۔

یک بیک گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سُنائی دیں لیکن ان میں پہیوں کی کھڑکھڑاہٹ بھی شامل تھی !۔
پھر ایک فائر بھی سُنائی دیا۔ ایک چیخ فضا میں گونجی !۔
"اُو اکڑو خان ۔۔۔"! اُسنے عقرب کی آواز سنی ! کدھر ہے مرے یار ۔۔۔۔ !"
گاڑی کی آواز قریب ہوتی جارہی تھی ! ایرج پتھر کی اوٹ سے نکل آیا !۔ گاڑی واپس آرہی تھی ۔۔۔ کوچوان کی جگہ عقرب نظر آیا ! اُس نے ایک ہاتھ سے گھوڑوں کی راسیں تھام رکھی تھیں اور دوسرے سے رائفل سنبھالے ہوئے تھا
قریب آکر اُس نے گاڑی روک دی اور اُتر پڑا ۔۔۔ لڑکی اندر سہمی بیٹھی تھی ! ایرج نے اُس پر اُچٹتی سی نظر ڈالی اور پھر عقرب کی طرف متوجہ ہوگیا !۔
"میں نے دوسری طرف سے نکل کر گاڑی کو روکا تھا" عقرب بولا۔ بس ایک ہی سے نپٹنا پڑا۔۔ وہ تین تھے !"
"مگر تھے کون ۔ کیا ان کے ساتھی !"
"نہیں ۔ تین مقلاقی لیٹرے ۔۔ جو سرخسانیوں کے بھیس میں تھے ! یہ اپنے سات ملازمین کے ساتھ سفر کررہی تھیں ۔۔۔ وہ تینوں راہ میں ملے تھے ! اُس جگہ پہونچکر انھوں نے اُن بیچاروں پر پیچھے سے اندھا دھند فائرنگ کی اور وہ کام آگئے ۔ پھر وہ اِس گاڑی کو لے بھاگے ۔ مگر اب یہ ہم پر بھی اعتماد نہیں کرسکتیں !"
"میں نے کب کہا ہے ۔" لڑکی کی آواز کانپ رہی تھی !۔
"کہاں جانا ہے ۔۔۔" ایرج نے عقرب سے پوچھا۔
"جہاں ۔ ہم جارہے ہیں !" عقرب نے بائیں آنکھ دبا کر بلند آواز میں کہا۔
"تمہارا گھوڑا کہاں ہے" ایرج نے پوچھا ! ۔ تب عقرب نے پورا واقعہ سنایا !۔ وہ اپنا گھوڑا بائیں جانب والے درّے ہی میں چھوڑ کر خود چٹان پر چڑھتا چلا گیا تھا ! اُوپر پہونچکر اُس نے محسوس کیا کہ اب وہ بہ آسانی گاڑی پر قبضہ کرسکتا ہے ! کیونکہ اُس پر صرف کوچوان ہی موجود تھا ! اور اندر اُس کے اندازے کے مطابق لڑکی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا ! ۔۔۔۔ اتفاق سے آگے چل کر درّہ بائیں جانب مڑا تھا اِس طرح عقرب سے گاڑی کا فاصلہ بہت کم رہ گیا ! اور پھر ایک بہت ہی معمولی سی جدوجہد اُس کی کامیابی کا باعث بن گئی تھی ۔ !
"سُنو اکڑو خاں ۔۔" عقرب نے ہنسکر کہا "تم بڑے جیالے ہو ۔۔ مگر عقل بیچ کھائی ہے تم نے ۔۔۔"
"چلو ختم کرو ۔" ایرج برا سا منہ بنا کر بولا "ورنہ ایسا کندہ رسید کروں گا کہ تمہاری روح قیامت تک بھیک مانگتی پھرے گی ۔ !"
عقرب نے درّے سے اپنا گھوڑا نکالا !۔ لیکن اب تو اُسے کوچوانی بھی کرنی تھی ۔۔۔ !

(۶)

پھر وہ سرخسان اسی طرح پہونچے کہ عقرب تو کوچوانی کر رہا تھا اور ایرج اس کے گھوڑے کی راس پکڑے گاڑی کے پیچھے چل رہا تھا۔۔۔ اس نے عقرب سے لڑکی کے متعلق زیادہ چھان بین نہیں کی تھی اور نہ عقرب ہی نے اس سے زیادہ بتایا تھا کہ وہ سرخسان کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی ہے ۔۔۔ ویسے ایرج کو یقین تھا کہ وہ اُس سے اُسکے پردادا کی نانی تک کا نام پوچھ چکا ہوگا!۔

بستی کے لوگوں نے اُن کی طرف زیادہ دھیان نہیں دیا تھا!۔۔۔ پھر وہ ایک ایسی عمارت کے سامنے رُکے جو شائد بستی کی سب سے بڑی عمارت تھی!۔

اور اُس وقت تو ایرج چکرا ہی گیا جب اُس نے سردار شرجیل کا نام سُنا! لڑکی اندر چلی گئی تھی اور اُنھیں پہرہ داروں نے باہر ہی روک لیا تھا!۔

اور اُسی وقت ایرج کو معلوم ہو سکا کہ یہاں ان کی حیثیت کیا ہوگی! عقرب پہریداروں کو اُس حادثے کی کہانی سُناتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "ہم دونوں منڈولی کی سرائے میں رہتے ہیں! اب یہاں کون ہے جو سردار شرجیل کے نام پر اپنا خون بہانے میں خوشی نہ محسوس کرے ۔۔۔ ہم نے بڑی مشکل سے اُن لٹیروں پر قابو پایا تھا!۔"

پھر اُس نے ایرج کو الگ لیجا کر کہا تھا۔ "او اکڑو خان خدا کے لئے سیدھے ہی رہنا! اب ہم کچھ دن عیش کریں گے! کیا تم کبھی سوچ بھی سکتے تھے کہ ہمیں سرخسان میں شرجیل کا مہمان بننے کا شرف حاصل ہوگا!"

"ابے اُو۔۔۔ مسخرے۔" ایرج نے کہا۔ "بڑوں کے سامنے یہ گردن خصوصیت سے اکڑی رہتی ہے ۔۔۔"

"چل تو پھر بھاگ لیتے ہیں یہاں سے ۔۔۔!" عقرب چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "تمہاری اکڑ کہیں مجھے بھی نہ لے ڈوبے!"

"ہشت ۔۔۔" ایرج ہنس پڑا۔ "مرے کیوں جاتے ہو ۔۔۔ دیکھیں یہ شرجیل کیسا آدمی ہے! ضحاک اسی سے تو ٹوٹ کر بھاگا تھا!۔"

عقرب خاموش ہو گیا۔ بیچارے کو کیا علم کہ ایرج تھوڑی ہی دیر بعد کسی بہت بڑے خطرے کو دعوت دینے والا ہے! اگر اُس کے کان میں بھنک بھی پڑی ہوتی کہ وہ یہاں کس چکر میں آیا تھا تو شائد وہ شرجیل کا نام سنتے ہی بھاگ کھڑا ہوتا!۔۔۔ عقرب بزدل نہیں تھا لیکن خواہ مخواہ خطرات میں پڑنے کو بھی حماقت ہی سمجھتا تھا!۔

کچھ دیر بعد اندر سے دونوں کی طلبی ہوئی! آنے والا غالباً شرجیل کا کوئی مصاحب تھا! وہ ایک بہت بڑے ہال میں پہونچائے گئے جس کی دیواریں پھرکی تھیں اور چھت گھاس پھوس اور مختلف قسم کی کھالوں سے پاٹی گئی تھی!۔

ایک قوی الجثہ اور ادھیڑ عمر کا آدمی اونچے سے منقش تخت پر بیٹھا نظر آیا۔۔۔۔ عقرب نے بوکھلائے ہوئے سے انداز میں اُسے سلام کیا!۔۔۔ ایرج کے انداز میں سرد مہری اور لاپروائی تھی۔۔۔ ویسے سلام تو اس نے بھی کر لیا تھا!۔

تخت کی دونوں جانب چار چار مسلح آدمی اپنے ہولسٹروں پر ہاتھ رکھے کھڑے تھے!۔

ایرج کی نظر اُس کھوپڑی پر رک گئی جس پر شرجیل کا ایک پیر ٹکا ہوا تھا!۔

"خوش آمدید ــ" شرجیل نے گونجیلی آواز میں کہا۔ "منڈولی کے نوجوانو۔۔۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔۔۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تمہیں کس طرح خوش کروں۔۔۔۔ تم ہی کوئی خواہش ظاہر کرو ــ"

"سردار کی عمر دراز ہو ــ" عقرب نے بوکھلا کر نعرہ لگایا۔ "ہماری سب سے بڑی خواہش پوری ہو گئی۔۔۔۔"

"کون سی خواہش ــ" شرجیل نے حیرت ظاہر کی!۔

"ہم اپنے شیر دل سردار کو قریب سے دیکھنا چاہتے تھے ــ!" عقرب نے کہا اور شرجیل نے بڑے فخریہ انداز میں قہقہہ لگایا! لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایرج نے عقرب کی گردن پکڑ کر اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا! "کیا بکواس شروع کر دی۔۔۔" پھر شرجیل سے بولا۔ "میں اس کی خواہش سے متفق نہیں ہوں ــ"

شرجیل بڑے اچھے موڈ میں ہنستا ہوا بولا۔ "اچھا تم ہی اپنی خواہش بیان کرو۔۔۔۔ ایسے جیالے جوان میں نے کم ہی دیکھے ہوں گے!ــ"

"یہ کھوپڑی ــ" ایرج نے کھوپڑی کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "مجھے یہ کھوپڑی چاہئے ــ"

اس پر عقرب ہنسی کے مارے پاگل ہو گیا! پیٹ دبائے ہوئے بُری طرح ہنس رہا تھا! پھر وہ بدقت بولا۔ "سردار اس کا دماغ چل گیا ہے۔۔۔۔ یہ ایسا ہی سنکی ہے ــ"

لیکن وہاں اُسے صرف اپنے ہی الفاظ گونجتے سنائی دئے۔۔۔۔ اپنی ہی ہنسی کی آواز سنتا رہا! اور پھر یک بیک اُسے بھی سنجیدہ ہو جانا پڑا کیونکہ شرجیل ایرج کو کسی بھوکے بھیڑیئے کی طرح گھور رہا تھا!۔۔۔۔

"تم کون ہو!" شرجیل غرّایا!۔

"میں کوئی بھی ہوں اس سے انعام دینے والوں کو کوئی دلچسپی نہ ہونی چاہئے ــ"

"میں سمجھ گیا ــ" شرجیل غرّا کر اُٹھا۔ چند لمحے اُسے گھورتا رہا۔ پھر بولا۔ "تو اس تدبیر سے تم لوگ یہاں تک پہونچے ہو!"

"لڑکی نے ان تینوں کو دم توڑتے دیکھا تھا۔" ایرج نے کہا۔ "اگر وہ ہمارے ساتھی ہوتے تو ہم انھیں اتنی بیدردی سے کبھی نہ مارتے!۔ کملاکی ہی ٹھہرے۔۔۔۔!"

"ارے او گدھے۔۔۔۔ ارے او احمق ــ" عقرب اپنی چھاتی پیٹنے لگا۔ "تم کیا بک رہے ہو!ــ"

شرجیل نے اُسے ڈانٹ کر خاموش کر دیا اور پھر ایرج سے بولا۔ "مگر کملاکیوں کو ضحاک سے تو کوئی ہمدردی نہ ہونی چاہئے!"

"کسی دن اُس کی بھی ٹانگیں چیر کر پھینک دوں گا۔" ایرچ بولا۔ "لیکن ہم کملا کی انسانیت کی یہ توہین ہرگز نہیں برداشت کر سکتے ... ہم مُردوں کا بھی احترام کرتے ہیں! بہادر سردار اپنا پیر اس کھوپڑی پر سے ہٹا لو۔"

"سُنو! تم میرے محسن ہو! ورنہ اس بیہودگی کی سزا یہی ہو سکتی ہے کہ تمہاری زبان کھینچ لی جائے ... جاؤ ... میں تمہیں معاف کرتا ہوں — فوراً سرخسان کی حدود سے باہر نکل جانے کی کوشش کرو!"

"سردار ..." عقرب دونوں ہاتھ اُٹھا کر گھگھیایا! "بالکل نکل جائیں گے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ سرخسان کیوں آیا ہے ... مجھ سے کہا تھا کہ میں سرخسان کی سیر کرنا چاہتا ہوں —"

"دفع ہو جاؤ۔" شرجیل بیزاری سے ہاتھ جھٹک کر بولا!۔

"میں یہ کھوپڑی لے کر ہی جاؤں گا سردار۔" ایرچ بولا۔ "یا پھر تم یہاں سے میری لاش اُٹھواؤ گے!"

شرجیل اپنے آدمیوں محافظوں کی طرف مڑا۔

"ان دونوں کو اُٹھا کر باہر پھینک دو —!"

"او کمبخت اگڑو خان ..." عقرب دانت پیس کر آہستہ سے بڑبڑایا۔ "میرا باپ میری ماں کو پیار سے لومڑی کہا کرتا تھا!۔ ہائے اُس کا بیٹا اس طرح اُٹھوا کر پھکوا دیا جائے گا۔" پھر شرجیل سے بولا۔ "اچھا سردار میں الگ ہٹا جاتا ہوں! اگر یہ باہر پھینک دیا گیا تو میں بھی خود بخود اُچھل کر اس طرح باہر جا گروں گا جیسے تمہارے ہی آدمیوں نے مجھے پھینکا ہو —!"

وہ سچ مچ ایرچ سے دور جا کھڑا ہوا — آٹھوں آدمی ہولسٹروں پر ہاتھ رکھے آہستہ آہستہ ایرچ کی طرف بڑھنے لگے ..... اور پھر یک بیک ٹوٹ پڑے .....!

ایرچ برق جہندہ کی طرح اُن کے نرغے سے نکل گیا! لیکن ساتھ ہی تین آدمی اس طرح اُچھل اُچھل کر دور جا پڑے جیسے اُن پر بجلی ہی گری ہو!۔

شرجیل کھڑا ہو گیا!۔ ایرچ نے اب حملہ آوروں کو گھٹنوں پر رکھ لیا تھا! ... دو چار خود بھی کھائے ... وہ دراصل اس تاک میں تھا کہ ایک آدھ کو اُٹھا کر سر سے بلند کرے اور دوسروں پر پھینک مارے ... اُس کا یہ گُر عموماً حملہ آوروں کو حواس باختہ کر دیتا تھا اور وہ اُس کی گرفت سے دور ہی رہ کر اُسے مارنے کی کوشش کرتے تھے پھر اس وقت تو ایرچ مطمئن تھا کہ اگر کسی نے ریوالور نکالنے کی کوشش کی تو عقرب اُسے یقینی طور پر سنبھال لے گا!۔ اس کی اس ہاتھا پائی سے علیحدگی حقیقتاً "لومڑی پن" ہی کی دلیل تھی! ورنہ وہ بھی بزدل تو نہیں تھا! —

ایکبارگی ایرچ کو موقع مل ہی گیا! ایک آدمی پوری طرح اُس کی گرفت میں آ گیا تھا اُس نے اُسے سر سے بلند کیا اور دوسروں پر پھینک مارا — شرجیل کی زبان سے بیساختہ "واہ" نکل گئی — وہ اس کھیل کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا! —

اس کے بعد ہی ایرج نے دوسرے کو پکڑ پایا لیکن ابھی اچھی طرح سنبھال نہیں سکا تھا کہ اُس نے اُس کے گریبان پر ہاتھ ڈال کر جھٹکا مارا — کوئی چیز اُچھل کر شرجیل کے پیروں کے پاس جا پڑی — یہ ایرج کا تعویذ تھا لیکن شائد ایرج کو اس کا ہوش نہیں تھا! وہ بدستور اُن لوگوں سے بھڑا رہا۔

شرجیل اُس کے تعویذ کو چہرے کے برابر اُٹھائے پھٹی پھٹی آنکھوں سے گھور رہا تھا!۔

یک بیک اُس نے مضطربانہ انداز میں کہا "ٹھہر جاؤ —!"

اُس کے آدمی جہاں تھے وہیں رُک گئے۔۔۔ اور ایرج نے بھی اپنے ہاتھ روک لئے۔

"یہ تعویذ تمہارا ہے؟"۔ شرجیل نے اُس سے پوچھا۔ اور ایرج بوکھلا کر اپنی گردن ٹٹولنے لگا پھر تیزی سے شرجیل کی طرف بڑھا۔

"وہیں ٹھہرو!" شرجیل گرجکر بولا۔ "تمہیں یہ تعویذ کہاں سے ملا۔"

ایرج اُس سے تھوڑے فاصلے پر رُک گیا تھا اُس نے کہا۔ "میرا ہی ہے۔۔۔ ملا کہاں سے۔"

"تم نے ہی بنوایا تھا —"

"نہیں میرے باپ کا ہے۔"

"تمہارے باپ کا کیا نام تھا!"

"تہمان۔"

"غلط ہے۔ میں نہیں تسلیم کر سکتا! — کیا وہ زندہ ہے —!"

"نہیں — میں بہت چھوٹا تھا! تب ہی وہ مر گئے تھے —!"

شرجیل کسی سوچ میں پڑ گیا!۔ پھر بولا۔ "تمہاری ماں زندہ ہے —!"

ایرج نے اثبات میں جواب دیا۔۔۔۔ اور شرجیل نے کہا۔ "کیا یہ بھی غلط ہے کہ تمہاری ماں کا نام اَلماس ہے!"

"تم کیا جانو —" ایرج غرّایا۔

"اُوہ — اگر یہ درست ہے۔۔۔۔ تو تمہارے باپ کا نام مرزوق تھا۔۔۔۔ تمہیں غلط بتایا گیا — قریب آؤ — اچھے لڑکے۔۔۔۔ میرے قریب آؤ۔۔۔۔ میں پہلے ہی تمہیں دیکھ کر اچنبھے میں پڑ گیا تھا۔۔۔۔ تم میرے سب سے پیارے ساتھی مرزوق سے کتنے مشابہ ہو!۔"

"میں کھوپڑی ضرور لے جاؤں گا —" ایرج غرّایا! "تم مجھ سے حیلہ سازی نہ کر سکو گے۔"

شرجیل نے قہقہہ لگایا جو صحیح معنوں میں مسرت آمیز تھا! پھر بولا۔ "اب یہاں دو کھوپڑیاں ہوں گی۔

اور میرے دونوں پیر زمین سے کچھ بلندی پر رہ سکیں گے — دوسری کھوپڑی میرے لئے تم ہی لاؤ گے اچھے لڑکے — آؤ میرے قریب آؤ ..... مرزوق کے بیٹے .... میرے اپنے بیٹے ! — تمہاری ماں نے تمہیں ضحاک کی نظروں سے بچائے رکھنے کے لئے کسی تہمان کا نام لیا ہوگا — کیا اُس نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ اس تعویذ کو دوسروں کی نظروں سے بچانا ! —"

ایرج نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں کیونکہ شرجیل نے غلط نہیں کہا تھا ! تعویذ کے متعلق اُس کی ماں کی یہی ہدایت تھی لیکن اس نے تو اس کی وجہ بھی بتائی تھی — کہا تھا کہ دوسروں کی نظر پڑنے سے تعویذ کی تاثیر زائل ہو جائے گی اور وہ اتنا طاقتور نہ رہ سکے گا !۔

شرجیل خود ہی اُس کی طرف بڑھ آیا اور اُسے اپنے بازوؤں میں لیتا ہوا بولا — "مرزوق کے بیٹے .... مرزوق میرا بہت پیارا دوست تھا ! میرا بھائی تھا — اُس کے بڑے احسانات ہیں مجھ پر وہ میری حمائت ہی میں مارا گیا تھا — !"

"کس نے مارا تھا —" ایرج غرایا۔

"اُسی نے جس کے لئے تم بھی موت کے منہ میں آ کودے ہو — !"

"ضحاک نے —" ایرج حلق کے بل چیخا۔

"ہاں — اُسی دُزد زادے نے ....."

"میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا — مگر یہ کھوپڑی بھی یہاں سے ضرور جائے گی — !"

شرجیل ہنس پڑا۔ پھر بولا — "اُوہ — بالکل مرزوق — ویسی ہی ضد .... ویسا ہی اکھڑپن .... بات کے پکے باپ کے بیٹے ہو ! — جاؤ لے جاؤ .... !"

(۷)

ایرج اور عقرب کے گھوڑے تیزی سے کملاک کی طرف واپس جا رہے تھے .... یک بیک ایک جگہ عقرب نے اپنے گھوڑے کی لگام کھینچ لی .... ایرج کو بھی رُک جانا پڑا۔

"اُو — اکڑو —" اُس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا — "تم سے شاید پھر گدھا پن سرزد ہونے جا رہا ہے —"

"اب کیا ہے —" ایرج غرایا۔

"شرجیل تمہیں اپنے آدمی دے رہا تھا .... تم نے انکار کیوں کر دیا — !"

"میں اپنے بل بوتے پر زندہ رہنا چاہتا ہوں ---!"

"بیٹا بچا لیا اُس تعویذ نے ورنہ تمہارے ساتھ ہی اپنا بھی قیمہ ہو جاتا ---! ٹھہرو --- میری بھی سنو ---! ایک تھی لومڑی اور ایک تھا بندر دونوں میں پیار ہو گیا --- پھر اُنھوں نے شادی کر لی --- اُن سے ایک اولاد ہوئی جس کا نام اُنھوں نے ضحاک رکھا تھا --- کیا سمجھے --- اُو اکڑو خان --- جانتے ہو اُس نے تمھیں اس مہم پر کیوں بھیجا تھا!"

"چلتے رہو ---" ایرج نے بیزاری سے کہا اور اپنا گھوڑا آگے بڑھانے لگا لیکن عقرب نے اُس کی لگام پکڑ لی اور بولا۔ "ٹھہرو! - ضحاک نے تمھیں یہ سمجھ کر نہیں بھیجا تھا کہ تم کھوپڑی لے ہی آؤ گے --- مقصد یہ تھا کہ تم سرخسان میں مار ڈالے جاؤ ---! اب وہ خود کملاک میں امن و سکون کے ساتھ رہنا چاہتا ہے کملا کیوں کے دل جیتنے کی کوشش کر رہا ہے --- اس لئے اگر تم کملاک میں مار ڈالے جاتے تو لوگوں کا خیال ضحاک کے علاوہ اور کسی کی طرف نہ جاتا! - شائد وہ پوری بستی میں صرف تم ہی سے خائف ہے --- ہونا بھی چاہئے! اس لئے تمھیں اس طرح ٹھکانے لگا دینے کی کوشش کی تھی ---!"

ایرج کسی سوچ میں پڑ گیا! پھر تھوڑی دیر بعد بولا - "بات تو ٹھیک ہی معلوم ہوتی ہے --- پھر تم کیا کہنا چاہتے ہو ---!"

"یہی کہ شرجیل کی بیٹی اس وقت ٹھنڈی آہیں بھر رہی تھی جب تم سرخسان سے رخصت ہوئے تھے --- کہیں دعائیں اُس کے لئے نوحہ نہ بن جائیں۔"

"اُو کام کی بات کر مسخرے --- ورنہ ٹانگیں چیر کر پھینک دوں گا ---!"

"مطلب یہ ہے کہ ادھر سے نہ چلو --- راستہ بدل دو! ہم اپنے چہرے چھپائے ہوئے سرخسان میں داخل ہوں گے تم باہر ہی ٹھہرنا! میں حالات معلوم کر آؤں گا۔"

"کیسے حالات ---!"

"بیٹا اکڑو --- کبھی کبھی اپنی کھوپڑی بھی کھنکا لیا کرو! - ضحاک نے اپنے جاسوس بھی تمہارے پیچھے بھیجے ہوں گے! اگر انھیں پتہ لگ گیا ہو گا کہ یہاں کیا ہوا تو اس وقت ضحاک کسی لومڑی ہی کی طرح تمہاری گھات میں کہیں چھپا بیٹھا ہو گا میں تو کہتا ہوں کہ یہیں سے راستہ کاٹ دو! ---"

(۸)

ایرج نے عقرب کی بات مان لی تھی اور بستی کے باہر عقرب کا منتظر تھا! رات زیادہ نہیں گزری تھی! مطلع

ابر آلود ہو جانے کی وجہ سے گہرا اندھیرا فضا پر مسلط تھا !۔

یک بیک عقرب کے گھوڑے نے زمین پر ٹاپیں ماریں اور ایرج چونک پڑا ۔۔۔ عقرب اپنا گھوڑا یہیں چھوڑ گیا تھا :۔۔۔

پھر کسی نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھدیا اور وہ اچھلکر پیچھے ہٹتا ہوا غرایا !" کون ہے ؟"

"خاموش رہو" عقرب آہستہ سے بولا۔ اُس کی آواز کانپ رہی تھی !" وعدہ کرو کہ جو کچھ میں کہوں گا اُسے سُن کر دماغ ٹھنڈا رکھوگے ۔!"

"اُوہ ۔۔۔ بولو بھی" ایرج دانت پیسکر بولا " میں بہت پریشان ہوں ۔"

"میرا خیال غلط نہیں نکلا ایرج ۔ اُس کے جاسوسوں نے اُسے پوری پوری خبریں پہونچائی ہیں ! جس راستے سے ہم بستی میں داخل ہونے والے تھے وہاں اُس کے آدمی موجود ہیں ۔۔۔ اور وہ خود اس وقت تمہارے گھر پر ہے !"

"میرے گھر پر ۔۔۔"

"ہاں ۔ بوڑھیا کو مجبور کر رہا ہے کہ اپنے اور تمہارے متعلق اُسے بتائے ۔۔۔۔۔"

"اوہ ۔۔۔ خنزیر ۔۔۔ اوہ ۔۔۔ ولدالحرام ۔۔۔ اچھا ۔۔۔ اچھا !" وہ اپنے گھوڑے کی طرف جھپٹا !۔

"نہیں ۔۔۔" عقرب نے اُس کا بازو پکڑ لیا ۔۔۔ وہ جانتا تھا کہ اب اُسے قابو میں رکھنا مشکل ہو جائے گا ۔۔ اُس نے کہا " یوں نہیں ۔۔۔ مفت میں مارے جاؤگے ۔ میری سنو ۔۔۔!"

ایرج رُک گیا ! لیکن وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا ! ۔۔۔

(۹)

ایرج کی ماں پھٹی پھٹی آنکھوں سے ضحاک کو دیکھ رہی تھی ۔۔۔ لیکن خوفزدہ نہیں تھی ۔ بس اُسے تحیّر ہی کہنا چاہئے !۔۔۔ وہ بات جو ایرج کو بھی نہیں معلوم تھی ۔ ضحاک کے علم میں کیسے آگئی ۔ !

"میں تیرے ٹکڑے اُڑا دونگا ۔ تو بولتی کیوں نہیں " ضحاک زمین پر پیر مار کر دہاڑا ۔

بڑھیا نے چونک کر طویل سانس لی اور خشک لہجے میں بولی " ہم کسی بڑے اُونچے گھرانے سے تعلق نہیں رکھتے سردار کہ تمہیں ہماری اتنی فکر ہو ۔ کسی نے تمہیں غلط باتیں بتائی ہیں ۔۔۔ ایرج کا باپ ایک کراغالی کسان تھا ۔۔۔ کالی وبا کے زمانے میں جب کراغال خالی ہوا جا رہا تھا ہم بھی وہاں سے بھاگے تھے !"

"بکواس ۔ تم کراغالی نہیں ہو ۔"

بڑھیا پھر سوچ میں پڑ گئی ۔۔۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ایرج اس وقت کہاں ہوگا ۔۔۔ کاش وہ کبھی پلٹ کر یہاں نہ آئے ۔!

ضحاک اُسے خونخوار نظروں سے گھورتا رہا! گھر میں وہ تنہا داخل ہوا تھا اور اُسکے ساتھی باہر ہی رہ گئے تھے۔ اُنھیں خدشہ تھا کہ کہیں اچانک بیخبری میں کملاکی اُن پر ٹوٹ نہ پڑیں ـــ کیونکہ ایرچ بستی میں بہت مقبول تھا! دفعتاً ضحاک نے خنجر کھینچتے ہوئے کہا۔ "اچھی بات ہے ـــ میں سب سے پہلے تیری ناک کاٹوں گا۔"

لیکن ٹھیک اُسی وقت ایک فائر ہوا اور خنجر ضحاک کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا ـــ گولی خنجر کے پھل ہی پر پڑی تھی۔

ضحاک غرا کر پلٹا لیکن پھر اُسے سنبھلنے کا موقعہ نہ مل سکا! ـ ایرچ کا گھونسہ ایسا ہی زوردار تھا کہ وہ سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا! اور پھر باہر سے بھی فائروں کی آوازیں آئیں ـــ ایسا شور بلند ہوا جیسے سوتی ہوئی بستی فورچک میں مبتلا ہو گئی ہو۔

ادھر ضحاک نے اُٹھتے اُٹھتے ریوالور نکال لیا ـــ مگر ایرچ اُسے اتنا موقعہ کیسے دے سکتا تھا کہ وہ فائر بھی کر گذرتا ـــ! بالآخر زچ ہو کر ضحاک اُس سے لپٹ ہی پڑا۔

"یہ مت سمجھنا ـــ سور کے بچے کہ میں سرخسان سے خالی ہاتھ آیا ہوں" ایرچ نے اُسے رگیدتے ہوئے کہا۔

باہر سے پھر فائر کی آوازیں آئیں اور بڑھیا دروازے کی طرف لپکی۔

"ٹھہر جا ماں!" ایرچ دہاڑا "اُدھر جانے کی ضرورت نہیں۔ سب ٹھیک ہے اندر کوئی نہ آسکے گا"!

"سُنو ایرچ ـــ سُنو!" ضحاک ہانپتا ہوا بولا "مم ـــ میں نے تمھیں معاف کر دیا! ـ تم کھوپڑی لائے ہو ـــ میں تمھارا احسانمند ہوں ـــ بھول جاؤں گا کہ تمھارا باپ میرا دشمن تھا"

ایرچ نے کوئی جواب دینے کی بجائے ایک بار پھر ضحاک کو دے پٹخا اور سینے پر سوار ہوتا ہوا بولا "تم اس کی بالکل فکر نہ کرو لومڑی کی اولاد ـــ! میں تمھارے باپ کی کھوپڑی کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ دفن کر دوں گا لیکن اُس کے ساتھ ایک کھوپڑی اور بھی ہوگی"!

"نہیں ـــ" ضحاک حلق پھاڑ کر چیخا! اور اپنے مصاحبوں کے نام لے کر پکارنے لگا۔

بوڑھی وحشیانہ انداز میں قہقہے لگا رہی تھی ـــ

"شاباش مرزوق کے بیٹے ـــ" اُسنے چہکارتی ہوئی سی آواز میں کہا "اس وقت تیرے باپ کی قبر پر یاسمین کا پودا اُگ رہا ہوگا ـــ اب جلدی سے پھول بھی کھلا دے ـــ تیرے باپ کا خنجر کب سے پیاسا ہے ـــ وہ بانس تڑپ رہا ہوگا جس پر تیرے اُستاد کملاکی خان کی کھوپڑی چڑھائی گئی تھی ـــ"!

"او عورت ـــ او الماس ـــ اپنی زبان بند رکھو ـــ" ضحاک شدتِ کرب سے کراہا۔

پھر ایرچ کمر سے خنجر کھینچ ہی رہا تھا کہ عقرب اندر داخل ہوا۔

"ارے یوں نہیں" وہ جلدی سے بولا "اتنے بڑے آدمی کو اس طرح نہ مارو ـــ اس کی ناک میں نکیل ڈال کر کچھ

دنوں تک سڑکوں پر نچائیں گے ......"!

بوڑھی نے پھر ہذیانی سا قہقہہ لگایا اور بولی ۔" واہ رے مسخرے! جو بھی سوجھے گی نئی سوجھے گی!۔"

پھر اُس نے بچوں کی طرح تالیاں بجا کر کہا۔" ہاں یہ ٹھیک ہے ــ ہاں یہ ٹھیک ہے ......"

" اس کے آدمی کہاں ہیں" ایرج نے پوچھا۔

" اس سے پہلے ہی پہونچ گئے ــ بستی جاگ پڑی ہے ...... اور اَب ایک ٹولی ان لوگوں کی تلاش میں نکلی ہے جو تمہاری گھات میں درّے کے پاس جا چھپے تھے!۔"

" اُو عقرب ...... اُو حرامخور ...... یہ تیری چالیں تھیں ......" ضحاک حلق پھاڑ کر چیخا اور یک بیک اُسکی آواز غراہٹ اور خرخراہٹ میں تبدیل ہو گئی ...... اور وہ زمین پر ہاتھ پیر پٹخنے لگا!۔

" ارے ... ارے ...!" عقرب بوکھلا کر بولا" نہیں ... نہیں ذبح نہ کرو ــ ٹھہرو ــ!"

لیکن ایرج ضحاک کو چھوڑ کر اُٹھ چکا تھا!۔

اُس کا دھڑ پھڑکتا رہا ......

(۱۰)

دوسرے دن کملاکیوں نے کچھ سوار دیکھے جو اپنے ہاتھوں میں سفید جھنڈیاں لئے کملاک کی حدود میں داخل ہو رہے تھے!۔

اور ٹھیک اُسی وقت ایرج کزنک میں داخل ہوا۔ نہ صرف میر کزنک بلکہ سارے گاہک بھی اُسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور سبھوں نے خوشی کے نعرے لگائے ...... میر کزنک لپکتا ہوا آگے بڑھا۔

سفید جھنڈیوں والے سوار اَب بستی کے قریب آگئے تھے!۔

میر کزنک نے ایرج سے کہا۔" خوش آمدید اَے سردار ...... یہ میری عزت افزائی ہے کہ تم نے یہاں قدم رکھا!۔"

" اُو بابا ... اُو بزرگ ......" ایرج اُس سے لپٹتا ہوا بولا" تمہارا دماغ چل گیا ہے کیا ...... میں وہی کل کا ایرج ہوں ــ تم مجھے سردار کیوں کہہ رہے ہو ......"

" نہیں ... نہیں ... تم سردار ہو ...... تم سردار ہو" بستی کے جوانوں نے چیخ کر کہا۔

" نہیں دوستو ــ بستی کا کوئی بزرگ سردار بنے گا ...... کملاک وحشیوں اور درندوں کی سرزمین نہیں ہے یہاں صرف وہی سردار ہو سکتا ہے جو طاقتور بھی ہو اور دانشمند بھی ...... جس کا خون تو گرم ہو لیکن اُسے غصہ نہ کہہ سکیں"

" ہم ضحاک کی کھوپڑی بانس پر چڑھائیں" کسی نے کہا۔

"یہ ناممکن ہے۔" ایرج بولا۔ "تم اپنے مسلک سے نہ ہٹو۔ کملاک کے نام کو بٹہ نہ لگاؤ۔۔۔ ضحاک درندہ تھا لیکن اس کی لاش آدمیوں کے قبضے میں ہے اس لئے اُسے ہر حال میں احترام کے ساتھ دفن کر دیا جائیگا!"

سفید جھنڈیوں والے بستی میں داخل ہو گئے ۔۔۔!

اور تب کسی نے انھیں پہچانا! وہ سرخسانی تھے۔۔۔۔ اور اُن کے آگے سردار شرجیل تھا! اس نے ایرج کے متعلق پوچھا اور اُسے کرنک کا پتہ بتا دیا گیا۔

یہاں ایرج ایک میز پر بیٹھ گیا تھا!۔ اور اس سے کچھ فاصلے ہی پر دو نوجوان آہستہ آہستہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے "عقرب!" ایک بولا۔ "لومڑیوں کی طرح چالاک ہے۔۔۔۔ وہ اسے ایسے راستوں سے لایا تھا کہ ضحاک کے آدمیوں سے ٹکراؤ نہ ہو سکا اور عقرب ہی اسے مکان کی پچھلی دیوار سے اوپر چڑھالے گیا تھا۔۔۔۔ اور خود صدر دروازے کی طرف پلٹ آیا تھا جہاں ضحاک کے آدمی پہرہ دے رہے تھے۔۔۔۔ وہ اُن سے تھوڑے ہی فاصلے پہ اندھیرے میں چھپ گیا اور اُن پر رائفل سے گولیاں برسانے لگا! اندر ایرج ضحاک سے نپٹ رہا تھا۔۔۔ بستی تو دیر میں جاگی تھی۔"

"تو یہ ایرج بھی سرخسانی ہی نکلا۔" دوسرے نے مایوسی سے کہا۔

"اُس کی باتیں سُنو! وہ خالص کملاکی معلوم ہوتا ہے۔۔۔۔ ویسے بھی وہ کبھی بستی میں تن کر نہیں چلا! کاش یہ سردار بننا قبول کر لے۔۔۔۔"

اتنے میں باہر سے شور سنائی دیا!۔

ایرج چونکا اور جھپٹ کر دروازے کی طرف گیا تھا!۔ باہر شرجیل گھوڑے پر تنا بیٹھا اُس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا!۔

"آؤ بیٹے۔۔۔ میرے فرزند۔۔۔ میرے ساتھ چلو! میں اپنی بہن الماس کو مبارکباد دینے آیا ہوں۔"

پھر اُس نے بلند آواز میں کہا۔ "آج سے سرخسان اور کملاک کے درمیان کوئی دشمنی نہیں رہی!"

مجمع پر سناٹا چھا گیا ۔۔۔!

:۔ (آئندہ ماہ اِس سے بھی زیادہ دلچسپ کہانی ملاحظہ فرمائیے) :۔

(بھارت میں اس کہانی کے حقوق اشاعت عباس حسینی صاحب مدیر ماہنامہ "نکہت" الہ آباد کے نام محفوظ کر دئے گئے ہیں)

آئندہ ماہ کا میگزین ایڈیشن

سنکی سولجر کے ایک شاندار انٹرویو سے شروع ہوگا

ایسا انٹرویو جسے آپ عرصہ تک فراموش نہ کر سکیں گے

دوسری دلچسپیوں کے ساتھ ابنِ صفی کی ایک طویل کہانی

اور

ایک انوکھا معمّہ —— جس کا جواب برصغیر ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں نہیں مل سکے گا —— !

ہمارا انعام دیکھ کر آپ دنگ رہ جائیں گے

یہ معمّہ ایسے دور میں شروع کیا جا رہا ہے جب معمّہ پر پابندیوں کے متعلق چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں !۔

لیکن ....

یہ لاکھوں روپیوں کی اسکیم ہے

اپنی کاپیاں آج ہی قریبی بکسٹالوں پر محفوظ کرائیے

اسرار پبلیکیشنز —— کراچی ۱۸

عمران سیریز کا ناول

دلچسپ حادثہ

مصنف :- اِبن صفی بی۔ اے

(عنقریب منظرِ عام پر آرہا ہے)

عمران کو ایسے روپ میں دیکھئے جس میں وہ کبھی نظر نہیں آیا — قہقہوں کے طوفان — ایک حیرت انگیز کہانی جسے آپ بار بار پڑھیں گے — عمران کا یہ روپ جب بھی آپ یاد کریں گے — تو — مگر دیکھئے راہ چلتے نہ مسکرائیے گا ورنہ آپ کا بھی وہی حشر ہوگا جو عمران کا ہوا تھا!— قیمت ۱۲ / ر

اسرار پبلیکیشنز — کراچی ۱۸

دلکش سیریز کا ناول

مجرم کون

مصنف :- انوار صدیقی بی۔ اے

(عنقریب منظرِ عام پر آرہا ہے)

مقتول کے فون پر صمدانی کی انگلیوں کے نشانات پائے گئے تھے !— صمدانی کے لئے مشکلات ہی مشکلات — ایک طرف پولیس اس کے پیچھے تھی اور دوسری طرف مجرموں کا گروہ —!

لیکن وہ بڑے انوکھے انداز میں دونوں ہی کو مایوس کر دیتا ہے۔

قیمت ۱۲ / ر

منیجر :- دلکش پبلیکیشنز — کراچی ۱۸

Regd. No. S–2351 JANUARY 1960

IBNE SAFI KI JASOOSI DUNIYA

KARACHI-18

LIGHT OF PAKISTAN
NEWS PAPER AGENT
BURNS ROAD, KARACHI

Onley Titel Printed at SHAMA ART PRESS Karachi-18.